

میری کوشش ہے کہ حضرات خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کی وفات کی تاریخون کو اُنکے ذکر اور اُن کی یاد سے زندہ کیا کرون - چنانچہ ۲۱ جمادی الاُخریٰ کو حضرت صدیق اکبر کے حالات اور آپ کے عہد ہمایون کے واقعات آپ حضرات کے سامنے پیش کیے گئے - حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے واقعے ذی الحجہ کے مہینے مین پیش آئے - انشاء اللہ اسی مہینے مین آپ کو سنائے جائینگے - حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت رمضان مبارک کے عشرۂ آخر کے آغاز مین ہوئی - مگر ان دنون روزے کی وجہ سے مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ مسلمانون کو تکلیف دون - مین اگر تکلیف دیتا بھی تو اکثر حضرات آنے مین تامل فرماتے - اور آتے بھی تو پریشان رہتے - اس خیال سے مین نے اس کار خیر کو رمضان مین ملتوی رکھا - اور اب آپ کو زحمت دیتا ہون کہ حضرت علی کے جو کچھ حالات مین نے قلمبند کیے ہین پیش کر دون -

حضرت علی جناب رسول خدا صلعم کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی تھے اُن کے والد ابو طالب اور رسول اللہ صلعم کے والد عبد اللہ سگے بھائی اور حضرت عبد المطلب کے فرزند تھے - ابو طالب کا اصلی نام عبد مناف تھا - اُنکی بیوی فاطمہ اُن کی چچا زاد بہن اور اسد بن ہاشم کی بیٹی تھین - کسی دینی کام کے لیے خانۂ کعبہ مین گئی ہوئی تھین کہ دردِ زہ ہوا اور حضرت علی پیدا ہوے - جو آپ کے اعلیٰ ترین فضائل مین ہے -

ابو طالب کے ایمان لانے مین اختلاف ہے۔ اور صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آخر دم تک ایمان نہین لائے۔ اگرچہ حضرت رسول خدا صلعم کے اپنے ہمدرد و معاون اور حامی و مددگار رہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ دین اسلام نے آپ ہی کے آغوش مین نشو و نما پایا تو بالکل صحیح ہوگا۔ عبد المطلب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلعم بچے تھے لہذا آپ کی پرورش کا بار ابو طالب نے اپنے سر لے لیا تھا۔ اور آغاز نبوت میں بھی آپ کے کفیل اور کفار کے مقابلے مین سینہ سپر رہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلعم نے ابو طالب کی زندگی ہی مین حضرت علی کی پرورش اپنے ذمے کر لی تھی۔ لہذا اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ حضرت علی رسول خدا صلعم کے چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ فرزند بھی تھے۔ اور اس فرزندی کا شرف اس وقت اور بڑھ گیا جب آپ دامادی رسالت سے بھی شرفیاب ہوئے۔

آپ کی ولادت کی صحیح تاریخ کسی معتبر روایت سے نہین معلوم ہوتی۔ لیکن بعثت محمدی کے وقت آپ کا سن آٹھ یا نو برس کا تھا۔ چونکہ اس وقت رسول خدا صلعم کی عمر ۴۰ سال کی تھی اس سے آپ کی عمر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ غرض گھر والون مین حضرت ام المومنین خدیجہؓ اور حضرت زید بن حارثہ کے بعد آپ ایمان لائے۔ اور آپ کے بعد جب تبلیغ کی آواز گھر سے باہر نکلی تو سب کے پہلے حضرت صدیق ایمان لائے۔ بچپن مین ایمان لانے کی برکت تھی کہ کبھی کسی بت کے آگے سجدہ نہین کیا۔

اہل مکہ کے جور و تشدد سے عاجز آ کر جب جناب رسالت مآب نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی اُس وقت حضرت علیؓ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی تھی۔ چنانچہ انھین کو اپنے بچھونے پر سلا کے آپ چلے گئے۔ اور اُن کے ذمے یہ خدمت کر گئے کہ جن لوگون کو کچھ دینا تھا یا جن کی کچھ امانتین واپس کرنا تھین اُن کو ادا کر کے مدینے مین چلے آئین۔ چنانچہ جب تک حضرت علی پہونچ نہ لئے آپ قبا ہی مین ٹھہرے رہے۔ حضرت علی جناب سیدہؓ کو بھی اپنے ہمراہ مدینے مین لے گئے۔ اور پاپیادہ سفر کرنے سے جب مدینہ پہونچے تو پاؤن زخمی تھے۔ اور آپ کے آجانے کے بعد جناب رسالت مآب انکو اپنے ہمراہ لے کر مدینے مین داخل ہوئے۔

ہجرت کے دوسرے برس رسول اللہ صلعم کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ سیدۃ نساء عالمین کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ اور اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں جناب سیدہ کاشانۂ نبوت سے رخصت ہو کر حضرت علی کے گھر میں آئیں۔ جب بڑے فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو آپ نے اپنے لیے "ابوالحسن" کنیت اختیار فرمائی۔ ایک دن کسی بات پر حضرت سیدہ سے خفا ہو کے مسجد نبوی میں زمین پر لیٹ رہے۔ حضور سرور عالم کو پتہ ہوا تو فوراً آ کے اٹھایا۔ بنڈے سے مٹی جھاڑی جس کو جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے "اے ابوتراب" اسوقت سے دربار نبوت کے ایک محترم خطاب کی حیثیت سے آپ کو ابوتراب کی دوسری کنیت عطا ہوئی جو آپ کو زندگی بھر بہت عزیز رہی۔

ایک بار آپ نے دوسرا عقد کرنے کا ارادہ کیا۔ اور ہشام بن مغیرہ کے خاندان میں نسبت بھی ٹھہر گئی۔ حضرت سیدہ کو اس کا ملال ہوا۔ لڑکی والوں نے جناب رسالت کی خدمت میں حاضر ہو کر عقد کی اجازت مانگی۔ آپ نے برہمی کے عنوان سے فرمایا "یوں تو میں اجازت نہ دوں گا۔ ابوطالب کے بیٹے کا یہی ارادہ ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں۔ فاطمہ میرے کلیجے کا ٹکڑا ہے جو چیز اُسے بُری لگتی ہے مجھے بھی بُری لگتی ہے"۔ یہ بھی فرمایا "میں حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہیں کرتا لیکن بخدا یہ نہ ہوگا کہ رسول خدا اور دشمن خدا دونوں کی بیٹیاں ایک گھر میں جمع ہوں" آپ کے اس ارشاد کا یہ نتیجہ ہوا کہ پھر جناب سیدہ کی زندگی میں حضرت علی کو کسی سے نکاح کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آپ کا شمار اُن دس بزرگان اُمت میں ہے جن کو زندگی ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری دے دی گئی تھی۔ اور "عشرۂ مبشرہ" کہلاتے ہیں۔

ورود مدینہ کے بعد جب حضرت رسول اکرم نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرایا ہے تو حضرت علی روتے ہوئے آئے اور عرض کیا۔ آپ نے سب کا ایک بھائی مقرر فرما دیا مگر میں اس نعمت سے محروم رہا" ارشاد ہوا "تم تو دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو"۔

آپ امت محمدیہ کے زبردست ترین پہلوان اور سب سے زیادہ بہادر اور

نبرد آزما تھے۔ بدر۔ اُحد۔ خندق۔ خیبر اور تمام غزوات میں جناب رسالت مآبؐ کے ہمراہ رہے۔ اور بڑے بڑے نامی شجاعان مشرکین آپ کے ہاتھ سے مارے گئے۔

قلعۂ خیبر جب اور کسی سے فتح کیے فتح نہ ہو سکا تو حضرت سرور عالم نے فرمایا "کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اُسے دوست رکھتے ہیں۔" لوگوں نے ساری رات اسی فکر میں کاٹی کہ کل یہ فخر دیکھیں کسے حاصل ہوتا ہے۔ صبح ہوتے ہی آپ نے حضرت علی کو یاد کیا۔ عرض کیا گیا "اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔" آپ نے بلوایا۔ اپنا لعاب دہن لگا کے آنکھیں اچھی کر دیں۔ اور علم سپہ سالاری مرحمت فرمایا۔ چنانچہ آپ نے معرکہ آرائی کر کے قلعہ فتح کر لیا۔ اور حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے "علیؓ کو تین ایسی فضیلتیں حاصل ہوئیں کہ اُن سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اوّل رسول خدا صلعم کی دامادی۔ دوسرے مسجد نبوی میں اُن کا قیام۔ تیسرے خیبر کے روز اُنھیں جھنڈا ملنا۔

غزوۂ تبوک میں جبکہ رسول خدا صلعم سب سے بڑا لشکر جمع کر کے اور سب سے بڑے دشمن کے مقابلے پر تشریف لیے جاتے تھے حضرت علیؓ کو مدینے میں ٹھہرنے کا حکم ہوا۔ حضرت علی کو اس کا ملال ہوا۔ اور عرض کیا "آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟" ارشاد ہوا "کیا تم کو یہ نہیں پسند کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی۔" اس پر حضرت علی مطمئن ہو کے ٹھہر گئے۔ اور جناب رسالت کی قائم مقامی کرتے رہے۔

جب نصارئ کے مقابلے کے لیے آیت مباہلہ نازل ہوئی اور قرار پایا کہ آپ اپنے اہل و عیال کو اور وہ لوگ اپنے اہل و عیال کو لیکر نکلیں تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو جناب فاطمہ کو حضرات حسنین کو اپنی چادر کے اندر لے لیا اور فرمایا "خداوندا یہ میرے اہل بیت یعنی گھر والے ہیں۔" اسی واقعے کی بنیاد پر شیعوں کا اعتقاد ہے کہ اہل بیت انھیں چار بزرگوں سے عبارت ہیں۔ مگر اہل سنت قائل ہیں کہ اہل بیت سے مراد لغوۃً گھر کی بیویاں ہیں اور قرآن مجید میں بھی ازواج مطہرات ہی مراد لی گئی ہیں۔ لہٰذا اصلی اہل بیت تو وہی ہیں مگر اس موقع پر آپ نے اپنے اس طرز عمل سے ان چار بزرگوں کو بھی اُن میں شامل فرما لیا۔

حجۃ الوداع سے واپس آتے وقت جناب رسول خدا صلعم غدیر نام ایک چشمے پر پہونچے تھے کہ سنا بعض منافقین مدینہ حضرت علی کے خلاف ہیں۔ فوراً آپ ایک اونٹ کے کجاوے پر جو زمین پر رکھا تھا کھڑے ہوگئے اور فرمایا "جس کا مین دوست ہون اُسکے علی دوست ہین۔ خداوندا جو اُن کا دوست ہو اُسے تو دوست رکھ اور جو اُن کا دشمن ہو اُسے تو دشمن رکھ"۔ اسی حدیث کی بنا پر شیعہ حضرات کہتے ہین کہ اس تاریخ اور اس مقام پر رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ قرار دے دیا اور اُنکے لیے وصیت کردی۔ اور اسی خیال سے ہر سال "عید غدیر" منایا کرتے ہین۔ مگر اس حدیث کے الفاظ پر جہان تک غور کیا جائے نہ وصیت کا پتہ لگتا ہے نہ خلافت کا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کو بچپن سے اپنے آغوش مین لینے، اُنکی سعادت مندانہ اطاعت۔ بے نظیر شجاعت۔ اور سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی کے شوہر ہونے کے باعث رسول خدا صلعم کو آپ کے ساتھ بے انتہا محبت تھی۔ چنانچہ ایک بار ارشاد ہوا "علی مجھ سے ہین اور مین اُن سے ہون"۔ اکثر فرماتے "جس نے علی کو اذیت پہونچائی مجھے پہونچائی۔ جس نے علی کو بُرا کہا مجھے بُرا کہا۔ جسے علی سے محبت ہے مجھ سے ہے"۔ اسی محبت کا تقاضا تھا کہ حضرت اُم المومنین اُم سلمہؓ فرماتی ہین "جب رسول اللہ صلعم کو غصہ ہوتا تو بجز علی کے کسی کو آپ سے بات چیت کرنے کی جرأت نہ ہوتی"۔ حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "دنیا مین سب سے بُرے دو شخص ہین ایک وہ جس نے ناقۂ صالح کی کونچین کاٹین۔ اور دوسرا وہ جو علی کو قتل کرے گا"۔

انھین فضائل کو دیکھ کر امام احمد بن حنبل نے کہا "جتنی فضیلتین حضرت علی کی ثابت ہین صحابہ مین سے کسی کو نھین نصیب ہوئین"۔ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا "علی کی شان مین تین سو آیتین نازل ہوئین"۔ اور محدثین یہ بھی کہتے ہین کہ آپ کے بارے مین پانچ سو چھیاسی حدیثین مروی ہین جنکو اکابر سلف نے روایت کیا ہے۔

علم و فضل مین بھی آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ احادیث صحیحہ کی رو سے دو بزرگ علم مین ممتاز ثابت ہوتے ہین۔ ایک حضرت عمر اور دوسرے حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت علی کے بارے مین جناب رسالت کا یہ ارشاد بہت مشہور ہے کہ "مین علم کا شہر ہون اور علی اُس کا باب (دروازہ) ہین۔ محدثین کو تو اس حدیث کی صحت مین شک ہے

مگر اسکی شہرت اس قدر ہوئی کہ اسی "باب" کے لفظ نے اسلام مین دو "باب" پیدا کر دیئے - ایک اسلام کی پہلی صدیون مین تھا اور دوسرا آخری زمانے مین ایران مین پیدا ہوا جس کی طرف "بابی" فرقہ منسوب ہے - یہ دونون باب اپنے آپ کو حضرت علی کا مظہر بتاتے تھے -

مگر حضرت علی کا علم مین ممتاز ہونا ایک دوسرے صحیح واقعے سے ثابت ہوتا ہے - جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علم دراصل حضرت رسالت کا ایک معجزہ تھا - آپ نے حضرت علی کو والی یمن بنا کے روانہ فرمایا تو آپ نے اپنی نو عمری و ناتجربہ کاری کا عذر کیا - یہ سنتے ہی رسول اللہ صلعم نے آپ کے سینے پر ہاتھ مار کے فرمایا "خداوندا ان کے دل کی ہدایت کر - اور ان کی زبان مین استقامت پیدا کر" بس اسی وقت سے خدا نے آپ کے دل کو روشن اور آپ کے سینے کو محرم اسرار علوم بنا دیا - اور اس واقعے کے بعد آپ ہر معاملے کا صحیح فیصلہ آسانی سے کر دیتے - اور اپنے فیصلے پر آپ کو پورا وثوق اور بھروسا ہوتا - اور اسی کی برکت تھی کہ صحابہ آپ کو سب سے اچھا قاضی تسلیم کرتے - حضرت عمر کو بھی اعتراف تھا کہ دنیا مین بہترین قاضی آپ ہی ہین - اور جب اسلامی حساب سنین قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ ہی کے مشورہ سے ہجرت مدینہ کو بنائے ترقی اسلام قرار دے کر سنہ ہجری جاری فرمایا -

پھر اسلام مین آپ کے علم و فضل کی اس قدر شہرت ہوئی کہ عوام مین تقریباً کل علوم و فنون کی ایجاد آپ ہی کی جانب منسوب ہو گئی - یہ تسلیم اگرچہ قابل اعتبار نہین ہے مگر اس مین شک نہین کہ قواعد زبان عربی یعنی نحو و صرف کی بنیاد آپ ہی سے پڑی - آپ کے شاگرد رشید ابو الاسود دوئلی جو کبار تابعین مین ہین کہتے ہین "مین نے ایک دن حضرت علی کو متفکر پایا - فکر کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا "مین دیکھتا ہون یہان کے (کوفے کے) لوگ غلط زبان بولنے لگے ہین - چاہتا ہون کہ چند اصول زبان مدون کر دون" عرض کیا "اس سے بہتر کیا ہے"! اس کے تیسرے روز آپ نے مجھے چند قواعد لکھے ہوئے دیے - اور فرمایا "اسی نحو یعنی طریقے پر بڑھا لو" وہ تحریری قواعد یہ تھے - بسم اللہ الرحمن الرحیم - سارا کلام یا اسم ہے یا فعل ہے یا حرف ہے - اسم مسمی سے خبر دیتا ہے - فعل مسمی کی حرکت ہے - اور حرف جو ان دونون کے علاوہ ہو

انھین قواعد کو بڑھاکے ابوالاسود نے قواعد زبان عرب کی بنیاد ڈالی اور حضرت علی کے لفظ نحو (مثل) کی پیروی مین اس فن کا نام نحو قرار پا گیا۔

آپ کو شعر و سخن سے بھی شوق تھا۔ عرب مین شعر و سخن کا اس قدر چرچا تھا کہ شاعری اور خطبہ گوئی کے سوا اور کوئی چیز عوام کے طبائع پر اثر نہ ڈال سکتی تھی یہان تک کہ خود رسول اللہ صلعم کو کفار کی تردید و تذلیل مین دربار نبوت کے شعرا سے کام لینا پڑا۔ لہذا وہان ہر قابل شخص کے لیے ضرور ہوتا کہ شاعری [illegible] قابلیت رکھتا ہو۔ حضرت رسول خدا صلعم اگرچہ مطلق شعر نہین فرماتے تھے مگر بعض موقعون پر آپ کی زبان مبارک سے بھی شعر نکل ہی گئے۔ امام شعبی کہتے ہین [illegible] شعر کہتے تھے۔ عمر شعر کہتے تھے۔ عثمان شعر کہتے تھے۔ اور سب سے بڑے شاعر حضرت علی تھے۔ چنانچہ آپ کے اشعار کا ایک دیوان بھی مرتب ہو گیا۔ جو چھپ گیا ہے [illegible] پسند کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ بڑے زبردست [illegible] لسان خطیب تھے نہایت قادر الکلامی اور فصاحت و بلاغت کا بہت [illegible] ہے۔ اور آپ کے [illegible] خطبے مدون و مرتب ہو گئے ہین۔ مگر جن لوگون کی نظر [illegible] اور جنھون نے عرب العرباء کے بے تکلف کلام [illegible] پڑھا ہے سمجھ سکتے ہین کہ ان اشعار و خطبات مین بجاے عہد رسالت کی سادگی [illegible] زیادہ نظر آتی ہے۔ محدثین کی پرکھ اور نقد [illegible] آپ کی طرف منسوب کیے ہوے یہ اشعار پورے اُترتے ہین اور نہ یہ خطبات۔ [illegible] استناد کا کام نہین لیا جا سکتا مگر اس مین شک نہین [illegible] صحابہ کے بہترین شاعر اور فصیح ترین خطیب تھے۔

آپ کے مواعظ و نصائح کا بھی ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ اور بےشک وہ سب اخلاق حسنہ کے عدیم المثال سبق ہین۔ کسی نے پوچھا "اچھے کون لوگ ہین؟" ارشاد ہوا "جو احسان کرتے وقت خندہ جبین [illegible] غلطی ہو جائے تو معافی مانگین۔ [illegible] تو صبر کرین۔ اور [illegible] کرین۔" مگر افسوس کہ یہ مواعظ [illegible]

رسول خدا صلعم کی وفات کے وقت [illegible] کہ تعلقات قرابت [illegible]

رسالت اور دیگر حقوق کے لحاظ سے آپ ہی خلیفہ اور جانشین رسول منتخب ہون گے اس مین تمام بنی ہاشم اور بنی عبد مناف آپ کے ساتھ تھے۔ مگر قبل اسکے کہ حضور سرور عالم دفن ہون، انصار مین یہ کھچڑی پکنے لگی کہ اب ہمین رسول اللہ صلعم کی قوم والون اور عزیزون کی اطاعت کی ضرورت نہین بلکہ خود ہمین خود حکومت مدینہ اپنے ہاتھ مین لینی چاہیے۔ یہ سُن کر حضرات ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ وغیرہم اُنکے مجمع مین تشریف لے گئے۔ رنگ بگڑا نظر آیا۔ اور اُن لوگون کو مہاجرین کی سخت مخالفت پر آمادہ دیکھ کر سمجھایا بجھایا اُنکے ایک گروہ کو توڑ لیا۔ پھر بھی انصار کا جوش و خروش اور اُن کی حالت دیکھ کر کوشش کی کہ خلافت کا فیصلہ اسی وقت کر دین۔ حضرت علی اُس موقع پر موجود نہ تھے فیصلے کو دوسرے وقت پر اُٹھا رکھنا مناسب نہ نظر آیا۔ باتون باتون مین قرعۂ انتخاب حضرت صدیق پر پڑ گیا۔ سارے انصار نے بجز دو ایک کے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور دوسرے روز تمام باقیماندہ لوگون نے مسجد نبوی مین بیعت کی۔

حضرت علی کو اور آپ کے ساتھ جناب سیدہ کو بھی اپنی محرومی کا صدمہ ہوا۔ بعض متفنیون نے لڑانا چاہا مگر آپ نے اسکو پسند نہ فرمایا اور اپنے گھر مین خاموش بیٹھے رہے۔ مگر چند روز بعد جب جناب سیدہ بھی دنیا سے سدھار گئین تو آپ نے معذرت خواہ ہو کر حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اُس وقت سے ہر وقت اور ہر موقع پر حضرت صدیق کے مشیر اور مدد و معاون رہے۔ اور جب مرتدون نے خاص مدینے پر حملہ کر دیا تو حضرت صدیق کے حکم سے اُن کا مقابلہ کیا۔ اور مدینے کو اُن کی دستبرد سے بچایا۔

اب آپ کو حضرت صدیق کے بعد خلیفہ منتخب ہونے کی اُمید تھی مگر حضرت صدیق نے وفات سے پیشتر حضرت عمر فاروق کے لیے وصیت کر کے انکو اپنا جانشین بنا دیا۔ اور حضرت علی کو اب بھی ناگواری کے ساتھ خاموشی اختیار کر کے حضرت عمر کی اطاعت کرنا پڑی۔ مگر اب کی بھی آپ کی پیشانی پر شکن نہین آئی بلکہ ہر امر مین حضرت عمر کو مشورۂ خیر دیتے اور وزارت خلافت کی خدمت انجام دیے رہتے۔ چنانچہ انکے عہد مین سب سے بڑے قاضی اور مفتی آپ ہی تھے۔

اب حضرت عمر نے بھی کاری زخم کھایا اور سفر آخرت کا وقت آیا تو وصیت

فرمائی کہ عشرہ مبشرہ مین سے جو لوگ باقی ہین یعنی حضرت عثمان حضرت علی عبدالرحمن ابن عوف - حضرت طلحہ بن عبیداللہ - حضرت زبیر بن عوام - اور حضرت سعد بن ابی وقاص تنہا مبٹھ کر مشورہ کرین اور اپنے مین سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلین - ابتدائی مباحثے مین سخت اختلاف رہا - بعد ازان عبدالرحمن بن عوف اپنے حق خلافت سے دست بردار ہو گئے - اور قرار پایا کہ وہ باقی ماندہ پانچ حضرات مین سے ایک کو منتخب فرما دین - اتفاق سے حضرت طلحہ موجود نہ تھے - باقی ماندہ چار صاحبون سے عبدالرحمن بن عوف نے کہا "آپ یہ بتائین کہ اگر آپ خود نہ ہوئے تو کس کی نسبت رائے دین گے ؟" ایک صاحب نے حضرت علی کو اور ایک صاحب نے حضرت عثمان کو اپنا ووٹ دے دیا - اب یہ باقی تھا کہ ان دو مین سے کسی ایک کو عبدالرحمن بن عوف منتخب کر دین - اُنھون نے ساری رات مدینے مین گشت لگا کے عام لوگون کے خیالات کا پتہ لگایا - اور دوسرے دن مجمع عام مین پہلے حضرت علی کو بلایا - اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا - اور اقرار کرانا چاہا کہ وہ قرآن و حدیث اور سنت ابوبکر و عمر کے پابند رہین گے حضرت علی نے پیروی قرآن و حدیث کو کافی بتا کے سنت شیخین پر عمل کرنے مین تامل کیا - بعد ازان عبدالرحمن نے حضرت عثمان کو بلا کے اُن سے یہی اقرار کرنے کو کہا - اُنھون نے بلا تامل قبول کر لیا - اور عبدالرحمن نے انھین کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُن کو خلیفہ بنا دیا - تمام حاضرین نے فوراً بیعت کر لی - اور حضرت علی پھر محروم رہ گئے - یہ محرومی حضرت علی کو ہمیشہ سے زیادہ ناگوار ہوئی - مگر آپ کے دو ایک طرفدارون نے جھگڑنا شروع کیا تو آپ نے اُنھین روکا - حضرت عثمان کی خلافت قبول فرما لی - اور بعد ازان حضرت عثمان کے ویسے ہی مشیر و ہمراز تھے جیسے کہ دونون خلفائے پیشین کے رہے تھے -

اِن تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اگرچہ آپ اپنے تئین خلافت کا حقدار خیال فرماتے تھے مگر جو فیصلہ ہو جاتا تھا اُس کو کمال نیک نفسی اور سچائی کے ساتھ قبول فرما لیتے تھے - اس مین ذرا شک نہین کہ ایک بڑا بااثر گروہ ہر زمانے مین آپ کے ساتھ تھا - انصار بھی اپنے دعوے سے دست بردار ہو جانے کے بعد زیادہ تر آپ کی رفاقت پر آمادہ تھے - مگر آپ نے کبھی جھگڑے فساد ہنگامہ آرائی

اور لڑائی کو پسند نہیں فرمایا۔

اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ قریش مین دو خاندان سب مین زیادہ ممتاز اور صاحب اثر تھے۔ ایک بنی ہاشم یعنی حضرت رسالت کے قریبی ہم نسب تھے۔ اور دوسرے بنی امیہ جو بنی ہاشم کے بعد تمام قریش سے زیادہ قریب کی قرابت حضرت رسول اکرم کے ساتھ رکھتے تھے۔ خلافت کا دعوے سب سے زیادہ انھین دو خاندانون کو تھا اور ان مین باہمی رقابت چلی آتی تھی۔ حضرات ابوبکر و عمر نہ بنی امیہ مین سے تھے نہ بنی ہاشم مین سے۔ لہذا دونوں گروہون کو اس خیال سے تسلی ہوگئی کہ اگر خلافت ہمین نہین تو ہمارے حریفون کو بھی نہ ملی۔ مگر حضرت عثمان باوجود حضور سرور عالم کے دوہرے داماد ہونے کے بنی امیہ مین سے تھے۔ آپ کا انتخاب تمام بنی ہاشم کو گراں گذرا۔ اور آپ نے حضرت عمر کے طرز عمل کے خلاف قرآن مجید کی ہدایت پر عمل کرکے ذوی القربی کے ساتھ زیادہ رعایت شروع کردی تو بنی ہاشم مین زیادہ بیقراری پیدا ہوئی۔ مگر حضرت عثمان کا عہد ابتدائی چھ سال تک ایسا خیر و برکت کا زمانہ تھا کہ ساری رعایا خوش بھی ہر جگہ امن و امان قائم تھا۔ ملک فتح ہوتے چلے جاتے تھے اور انھین کے ساتھ اعلاء کلمۃ اللہ بھی ہو رہا تھا۔ ناگہاں چند فتنہ انگیز نا فقون کی شورش اور بعض صحابہ کی غلط فہمیون سے آپ کی مخالفت شروع ہوئی۔ اور عراق و مصر کے بدمعاشون نے آکر آپ کو شہید کیا۔ جن واقعات کو ہم حضرت عثمان کے حالات مین بیان کرین گے۔

جس وقت حضرت عثمان شہید ہوے ہین مدینے کے تمام اکابر صحابہ گھروں مین چھپ کے بیٹھ رہے تھے اور بیرونی بلوائیون کا زور تھا۔ ایک روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت عثمانی کے دوسرے دن تمام لوگ مسجد نبوی مین جمع ہوے۔ طلحہ و زبیر نے تقریرین کین اور سب نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ دوبارہ حاضر ہوکر اس قدر مجبور کیا کہ آپ نے قبول فرمایا اور مسجد مین آکے بیعت لی۔ سب سے پہلے بیعت طلحہ و زبیر نے کی۔ مگر دوسری روایت جس کی دیگر واقعات سے تصدیق ہوتی ہے یہ ہے کہ حضرت عثمان کے شہید ہونے کے بعد بلوائیون مین یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم نے اگر خلیفۂ رسول کو قتل کیا ہے تو کسی کو خلیفہ منتخب بھی کر دینا چاہیے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص خلافت سے دست بردار ہو گئے تو سب حضرات طلحہ و زبیر اور علی کے

پاس آ آ کر خلافت کو اُن کے سامنے پیش کرنے لگے۔ مگر انھون نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ واپس جانے کے بعد پھر سب کو انتخابِ خلیفہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور اتفاق کر کے حضرت علی کی خدمت مین حاضر ہوے۔ اب کی بھی آپ نے انکار کیا تو اُن لوگون نے کہا "اگر آپ نے نہ مانا تو جو حشر ہم نے عثمان کا کیا ہے وہی آپ کا بھی کرین گے"۔ مجبوراً آپ نے فرمایا "تو یہ تمھارا کام نہین، یہ معززین مدینہ کا کام ہے۔ اور یہان گھر مین نہین بلکہ مسجد نبوی مین عام مجمع کے سامنے مین لوگون سے بیعت لونگا" اس کو اُن لوگون نے مانا۔ آپ دوسرے دن مسجد نبوی مین تشریف لے گئے۔ وہ لوگ طلحہؓ و زبیر اور دیگر صحابہ کو بھی زبردستی گھیر کے لے آئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر اکثر نے اس اقرار پر بیعت کی کہ "کلام اللہ، قریب و بعید اور قوی و ضعیف سب پر قائم کیا جائے"۔ مگر بہت سے اکابر صحابہ نے بیعت نہین کی۔ اور خاموش رہے۔ غرض اس طریقے سے آپ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوے۔ اور انتظام فرمانروائی اپنے ہاتھ مین لیا۔

یہ نہایت ہی پُر فتن زمانہ تھا۔ ہر شہر مین بدنظمی تھی۔ طرح طرح کی افواہین اُڑ رہی تھین۔ بڑے بڑے ملک حضرت عثمان کے عزیزون یا یون کہیے کہ بنی اُمیہ کے ہاتھون مین تھے۔

آپ کے خلیفہ ہوتے ہی بنی اُمیہ اور دیگر اکابر مدینہ نے تقاضا شروع کیا کہ واقعۂ قتل عثمان کی تحقیق و تفتیش کر کے مجرمون کو سزا دی جائے۔ طلحہ اور زبیر اور چند دیگر صحابہ نے آ کر کہا "ہم نے بیعت کرتے وقت شرط کر لی ہے کہ قرآن کے حدود قائم کیے جائین۔ اور آپ جانتے ہین کہ یہ سب لوگ قتل عثمان مین شریک تھے اور اُن کے خون کو اُنھون نے جائز کر لیا"۔ آپ نے فرمایا "مین آپ صاحبون کے منشے سے ناواقف نہین ہون۔ مگر جن لوگون پر بس نہ چل سکے کیا کارروائی ہو سکتی ہے؟ یہ لوگ تو خود ہم پر حکومت کر رہے ہین۔ مصیبت یہ ہے کہ مدینے کے بہت سے نوجوان اُنکے ساتھ شریک ہو گئے ہین۔ اور بہت سے بدوی عرب آ آ کے ان کے گروہ مین شامل ہو گئے۔ لہذا اس مسئلہ کو ابھی چھیڑا گیا تو بڑی خرابیان پیدا ہون گی۔ لہذا ایک زمانے کے بعد جب سکون پیدا ہو گا اُس وقت دیکھا جائے گا"۔

یہ حالت دیکھ کر جتنے بنی اُمیہ مدینے مین تھے بھاگ گئے۔ طلحہ و زبیر نے بھی جانے کی اجازت مانگی مگر آپ نے نہ دی۔ اور جو لوگ مدینے مین تھے اُن مین اختلاف پڑا بعض کہتے کہ حضرت علی کا فرمانا درست ہے۔ اور بعض نے کہنا شروع کیا کہ علی نے جس اقرار پر ہم سے بیعت لی ہے اُس کی خلاف ورزی کی لہذا ہم بیعت توڑ دین گے۔

اہل مدینہ مین یہ پریشان خیالیان پھیلی ہوئی تھین کہ آپ نے چاہا حضرت عثمان کے مقرر کیے ہوے والیون کو معزول کرکے جدید والی مقرر فرمائین۔ خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے، عبداللہ بن عباس نے، مغیرہ بن شعبہ نے اس ارادے سے روکا۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ اور فرمایا جس چیز کو مین ناجائز سمجھتا ہون اُسے ایک گھڑی کے لیے بھی گوارا نہین کر سکتا۔ خصوصاً جناب معاویہ کی نسبت آپ نے فرمایا "اُن کے لیے میرے پاس خدا کی قسم بجز تلوار کے کچھ نہین ہے"۔ اور چاہا کہ ابن عباس ہی کو شام کا والی بنا کے بھیجین۔ اُنھون نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا "وہان کا سارا اختیار معاویہ کے ہاتھ مین ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ معاویہ سے حکومت لینا تو بڑی بات ہے، وہ خود ہی خون عثمان کا دعوے کرکے میری گردن نہ ماردین۔ پہلے معاویہ کو لکھیے۔ دیکھیے وہ معزولی کو قبول بھی کرتے ہین یا نہین"۔ پھر آپ نے مغیرہ بن شعبہ کو والیِ شام بنانا چاہا۔ اُنھون نے بھی انکار کیا۔

مگر حضرت علی اپنی رائے پر استقلال سے قائم تھے۔ کُل ممالک مین اپنے جانشینِ رسول ہونے کی اطلاع کی۔ اور عثمان بن حُنیف کو بصرے کا۔ عمارہ بن شہاب کو کوفے کا۔ عبیداللہ بن عباس کو یمن کا۔ قیس بن سعد کو مصر کا اور سہیل بن حنیف کو شام کا حاکم و والی مامور فرما کے روانہ کر دیا۔

سہیل شہر تبوک ہی تک گئے تھے کہ کچھ ایسا رنگ نظر آیا اور ایسی باتین سُنین کہ اُلٹے پاؤن واپس آئے۔ قیس نے مصر مین جا کے دیکھا کہ دو گروہ قائم ہین۔ ایک خون عثمان کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ اور ایک حضرت علی کا طرفدار ہے۔ وہ اسی گروہ مین شامل ہو گئے۔ اور سب واقعات حضرت علی کو لکھ بھیجے۔ عثمان بن حنیف کو حکومت بصرہ بے خرخشہ مل گئی۔ مگر وہان بھی لوگون مین اختلاف پڑا ہوا تھا۔ کوفے مین بعض معززین نے انتقامِ خون عثمان کا جھنڈا بلند کر دیا تھا۔ عمارہ سے راستے

ہی مین وہان کے بعض لوگون نے کہا "ہم اپنے امیر کو بدلنا نہین چاہتے۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو یہین سے واپس جاؤ۔ ورنہ تمھارا سر اُڑا دیا جائیگا"۔ چنانچہ وہ بھی واپس آئے اور حضرت علیؓ سے حقیقت بیان کی۔

اب حضرت علیؓ نے مشتبہ الحال والیون کے پاس خطوط بھیجے۔ اور اسی سلسلے مین ایک خط سبرۂ جہنی کے ہاتھ معاویہ کے پاس بھیجا۔ وہ جب پہونچے تو معاویہ نے خط لیلیا مگر کچھ جواب نہ دیا۔ کئی بار جواب کا تقاضا کیا تو معاویہ نے دو ایک شعر پڑھ کے ٹال دیا۔ تھوڑے زمانے کے بعد جبکہ صفر کا مہینہ ختم ہونے کو چندروز باقی تھے معاویہ نے قبیصہ نام ایک شخص کو بلا کے ایک لپٹا ہوا مکتوب دیا۔ چپکے چپکے کچھ فہمایش کی اور سبرہ کے ہمراہ اُسے مدینے روانہ کیا۔ ربیع الاول ۳۶ھ مین دونون شخص سواد مدینہ مین داخل ہوئے اور قبیصہ آشکارا طور پر جناب معاویہ کا مکتوب ہاتھ مین لیے حضرت علیؓ کے مکان کی طرف چلا تو بہت سے لوگ اُسکے ساتھ ہوئے کہ دیکھین کیا جواب آیا ہے۔

حضرت علی نے مکتوب کو لےکر مُہر توڑی تو بجز سادے کاغذ کے اُس مین کچھ نہ تھا۔ حیرت سے قاصد کی صورت دیکھی اور پوچھا "کچھ زبانی پیام لائے ہو؟" اُسنے جان کی امان مانگ کر کہا "مین دمشق مین ایک ایسی قوم کو چھوڑ آیا ہون جو بجز قصاص کے کسی بات پر راضی نہین ہین"۔ پوچھا "کس سے قصاص چاہتے ہین؟" کہا "آپ کی رگِ گلو سے"۔ پھر کہا "وہان مین ساٹھ ہزار اکابر شام کو اس حال مین چھوڑ آیا ہون کہ عثمانؓ کا خون آلود کرتا جامع مسجد کے منبر پر پڑا ہے اور وہ اُسکے آگے کھڑے رو رہے ہین"۔ آپ کے خون آلود کرتے اور اپنی کٹی ہوئی اُنگلیون کو حضرت نائلہ نے شام مین معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے یہ سُن کر فرمایا تو وہ خون عثمان کا بدلہ مجھ سے لینا چاہتے ہین! خداوندا! مین عثمان کے خون سے بری ہون۔ بخدا قاتلین عثمان کے لیے دنیا مین نجات ہے۔ وہان خدا کو اختیار ہے کہ اُنکے ساتھ جو چاہے کرے"۔

اب معاویہ کے قاصد نے واپس ہوتے وقت پھر جان کی امان حاصل کی۔ اور آپ کے یہان سے چلا تو پیروانِ ابن سبا نے جن کا گروہ کثیر حضرت علی کے لشکر مین موجود تھا غل مچانا شروع کیا کہ "یہ کتا ہے اور کتون کا قاصد۔ زندہ نہ جانے پائے"۔ قبیصہ نے

ان کا ہجوم دیکھ کر آل مضر اور آل قیس کی دوہائی دی جو اسکی مدد پر آگئے۔ اور اس نے چلا چلا کے کہنا شروع کیا "مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ چار ہزار خواجہ سرا تم پر آ پڑینگے خدا تم کو نقصان نہ دیگا۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے آگئی۔ اور جو کچھ تم کو ملیگی وہ تمہارے حق مین جائز ہو گیا۔ شاہم نہ ہوگی کہ ذلت آ پہونچے گی۔ میرا تو مقصد یہی اہل مدینہ کو یہ بتا دینا ہے کہ معاویہ کے بارے مین علی کی کیا رائے ہے۔ اور اہل قبلہ سے لڑنے کو وہ کیسا سمجھتے ہین۔ مدینہ والے سن چکے ہین کہ علی کے فرزند حسن نے بھی ان کو مشورہ دیا تھا کہ گھر مین بیٹھ رہیے اور ان لوگون کا ساتھ نہ دیجیے" غرض یہ ہنگامہ مچا کے اور مدینے مین ایک آگ سی لگا کے معاویہ کا قاصد واپس آگیا۔

قاصد کو رخصت کر کے حضرت علی گھر مین تشریف لے گئے تو حضرت حسنؓ نے آ کے پدر بزرگوار سے کہا "مین نے جو مشورہ دیا تھا آپ نے نہ مانا۔ مدینے کے گذشتہ ہنگامے کے وقت مین مینے کہا تھا کہ آپ مکہ معظمہ چلے جائین تا کہ آپ کو تہمت نہ لگائی جائے۔ آپ نے نہ سنا۔ پھر جب لوگون نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تب بھی مین نے کہا کہ جب تک ساری جماعت متفق ہو کر نہ کہے آپ قبول نہ فرمائین۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ پھر جب طلحہؓ و زبیر نے بیعت مین تامل کیا تو مین نے عرض کیا کہ آپ انھین بیعت پر مجبور نہ کرین۔ خدا کی قسم وہ لوگ پورے برس بھر باہم مشورہ کرتے رہتے تو بھی آپ کے سوا کسی کو خلافت کے لیے اہل نہ پاتے۔ اب پھر مشورہ دیتا ہون کہ آپ خلافت کو واپس کر دین۔ اگر وہ پھر بہ اتفاق رجوع کرین تو آپ قبول کرین اور اگر منحرف ہون تو آپ پروا نہ کرین۔ مجھے خدا کی قسم ان لوگون کے سرغناؤن سے غدر کی بو آتی ہے۔" حضرت علی نے فرمایا "بیٹا۔ مین اس بارے مین تمہارے خلاف رائے رکھتا ہون۔ تمہارے نانا نے جب سے وفات پائی تم ہمیشہ مجھ سے مخالفت کرتے رہے۔" حضرت حسن نے کہا "ابا جان۔ خدا کی قسم معاً آپ کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہونگے۔ اس لیے کہ جو شخص مظلوم مارا جاتا ہے اسکے ورثا کو خدا قوت عطا کرتا ہے۔" حضرت علی نے فرمایا "تو ہم ظالم نہین ہین۔ نہ ہمنے قتل کی اجازت دی۔ نہ اس معاملے مین کسی کو کچھ لکھا۔ اور تم جانتے ہو کہ تمہارے باپ اس امر مین بری ہین۔" حضرت حسن نے فرمایا "میرے نزدیک تو خدا کی قسم

مدینے مین کوئی آزاد مرد اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہین ہے جس پر عثمان کے خون کا کچھ نہ کچھ بار نہ ہو۔" حضرت علی نے فرمایا "بیٹا تم جانتے ہو کہ تمھارے والد نے اِن کو نہ دغیرہ کو کئی بار پھیر دیا۔ اور تم دونون بھائیون کو تلوارین بندھوا کے اُن کی مدد و اعانت پر بھیجا۔ مگر انھین نے تم کو لڑنے سے روکا۔ اور اپنے گھر والون تک کو خونریزی سے منع کرتے رہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے حکم دیتے تو مین بھی اُنکی طرف سے لڑتا۔ اور جان دیدیتا۔" حضرت حسن نے کہا "ان باتون کو اُسوقت کے لیے اُٹھا رکھیے جس روز قیامت کو خدا فیصلہ کرے گا۔"

اب اہل مدینہ مین کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ اُن کے نزدیک اہل قبلہ کا ایک دوسرے سے لڑنا نہایت خطرناک معاملہ تھا۔ اور اس فکر مین تھے کہ معاویہ کے معاملے مین حضرت علی نے کیا رائے قائم کی۔ اور آخر پتہ لگ گیا کہ آپ لڑنے پر تیار ہین۔ اسی اثنا مین طلحہ و زبیر نے عمرے کا بہانہ کرکے مکہ کی راہ لی۔ جس سے روکنا غیر ممکن تھا۔ اور عبداللہ بن عمر نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ مگر جاتے وقت اپنی سوتیلی والدہ حضرت اُم کلثوم کے ذریعے سے آپ کو آگاہ کر دیا کہ وہ نہ آپ کا ساتھ دین گے اور نہ آپ کی مخالفت کرین گے۔

ان لوگون کے جاتے ہی آپ نے لشکر مرتب فرمایا۔ مختلف حصہ ہائے فوج کے لیے افسر منتخب فرمائے۔ مگر اُن لوگون کو جنھون نے حضرت عثمان پر نرغہ کیا تھا کوئی خدمت نہین دی۔ اور فوج کے مرتب ہوتے وقت لوگون کے سامنے کھڑے ہوکر یہ تقریر فرمائی "خدا کی سطوت ہی مین تمھاری خلافت کی حفاظت ہے۔ بغیر ملال اور ناگواری کے اپنے خلیفہ کی اطاعت و فرمان برداری کرو۔ تمھین بجز اسی مسلک اختیار کرنا پڑے گا۔ ورنہ خدا سلطنت اسلام کو تم سے لیکر کسی اور طرف منتقل کر دیگا اور پھر وہ قیامت تک تمھارے شہر مین نہ آئے گی۔ لہذا ان لوگون کے مقابلے کے لیے اُٹھو جو تمھاری جماعت کو توڑنا چاہتے ہین۔ باہر والون نے یہان آکر تم مین جو خرابیان پیدا کر دی ہین شاید خدا اُنکو دور کر دے۔ اور اپنا فرض ادا کرنے کے لیے تم تیار ہو جاؤ۔"

اب لشکر کے شام کی طرف کوچ کرنے کی تیاریان ہو ہی رہی تھین کہ یکایک

خبر آئی کہ طلحہ۔ زبیر اور اُم المومنین عائشہ صدیقہ اور تمام اہل مکہ حضرت علی کے خلاف ہین اور لوگون کو آپ کی مخالفت پر اُبھار رہے ہین۔

مکے کا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے مین حضرت عثمان محصور تھے اور آپ پر دشمنون کا نرغہ تھا وہان حج ہو رہا تھا۔ جس فرض کے ادا کرنے کے لیے تمام ازواج رسول اللہ اور اکثر صحابہ و معززین مدینہ آئے ہوے تھے۔ ازواج رسالت حج سے واپس ہو کر مقام سرف تک پہونچی تھین کہ حضرت عثمان کی شہادت اور حضرت علی کے خلیفہ ہونے کی خبر ملی۔ سنتے ہی حضرت عائشہ مکۂ معظمہ کی طرف پلٹ پڑین۔ اور گو کہ پیشتر حضرت عثمان کے طرز عمل پر معترض تھین مگر شہادت کا واقعہ سُنتے ہی فرمایا "خدا کی قسم عثمان مظلوم مارے گئے اور مین اُن کے خون کا انتقام لون گی"۔

مکے مین پہونچتے ہی خاص حرم مین گئین۔ گرد پردے ڈال دیے گئے۔ اور جب مسلمان جمع ہو گئے تو آپ نے پردے کے اندر سے تقریر کی "لوگو۔ مختلف شہر کے لوگون بدویون، اور اہل مدینہ کے غلامون نے شورش کر کے اُس شخص پر نرغہ کیا جو مظلوم مارا گیا۔ پھر اُس شخص کو خلیفہ مقرر کیا گیا جسکی عمر ابھی کم ہے۔ پھر جب اُن لوگون سے اپنی دست درازی پر کوئی عذر نہ بن پڑا تو اعتدال سے باہر قدم رکھ کے جس خون کا گرانا حرام تھا گرایا۔ جس شہر مین خون ریزی ناجائز تھی جائز کر لی۔ اور جس مال کا لوٹنا جائز نہ تھا اُسکو لُوٹا۔ خدا کی قسم عثمان کی ایک انگلی بھی ایک عالم سے اچھی تھی اور جس وضع سے ان لوگون نے دست تعدی دراز کیا اُسکی بدولت اگر عثمان سے کوئی گناہ ہوا بھی تھا تو اُس سے وہ اُسی طرح پاک و صاف ہو گئے جیسے سونا کھوٹ سے اور کپڑا میل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے"۔

اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔ عبداللہ بن تمام حضرمی والی مکہ تھے طیش مین آ کے اُٹھے اور کہا "اس خون کا پہلا انتقام لینے والا مین ہون"۔ اس مخالفت کی قوت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ تمام بنی اُمیہ جو مدینے سے بھاگ آئے تھے آتش فساد پر تیل ڈالنے لگے۔ طلحہ و زبیر بھی شریک ہو گئے۔ یعلی بن اُمیہ جو حکومت یمن سے معزول ہو کر وہان کا خزانہ چھ سو اونٹون پر لاد کے لے آئے تھے اُنھون نے اپنی دولت سے مدد دی۔ اس کوشش پر بھی جتنی فوج فراہم ہوئی وہ مدینے پر حملہ کر کے حضرت علی کا مقابلہ

نہ کر سکتی تھی لہذا اپنی قوت بڑھانے کے لیے حضرت عائشہ نے بصرے کا ارادہ کیا۔ آپ کا ارادہ سنتے ہی دیگر امہات مومنین جو ہمراہ تھیں حضرت عائشہ سے الگ ہو گئیں۔ اُم المومنین حفصہ ساتھ دیتیں مگر انھیں بھی عبداللہ بن عمر نے نہ آنے دیا۔ مکے سے تھوڑی ہی دُور گئی تھیں کہ آپ کے ہمراہ تین ہزار سپاہیوں کا لشکر جمع ہو گیا۔ جسکے افسر طلحہؓ و زبیر تھے۔ اور حضرت عثمان کے دو فرزند ابان اور ولید بھی ہمراہ موجود تھے۔

راستے میں ایک تالاب کے کنارے حضرت عائشہ کی محمل دیکھ کے کتے بھونکنے لگے۔ آپ نے اس تالاب کا نام پوچھا تو معلوم ہوا اسے "حواب" کہتے ہیں۔ سنتے ہی پریشان ہو گئیں۔ اس لیے کہ رسول خدا صلعم نے ایک روز اپنی بیویوں سے فرمایا تھا "کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم میں سے کون ہے جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے"۔ اس واقعے سے آپ رکی ہوئی تھیں اور واپسی کا ارادہ کر رہی تھیں کہ لشکر میں غل مچا "حضرت علی کا لشکر آ گیا"۔ اور آپ کے بے اختیار بصرے کی طرف قدم اُٹھ گئے۔

بصرے کے قریب مقام حفیر میں پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ اور بصرے والوں کے پاس وہاں کے سابق عامل ابن عامر اور خطوط بھیجے گئے۔ بصرے کی حکومت حضرت علی کے مقرر کیے ہوئے والی عثمان بن حنیف کے ہاتھ میں تھی جو حضرت علی کے طرفدار تھے۔ مگر عمائد کا ایک گروہ عظیم حضرت عائشہ کے موافق تھا۔ حضرت عائشہ جب شہر کے قریب آ پہونچیں تو دونوں گروہ شہر کے باہر جمع ہوئے۔ طلحہؓ و زبیر نے تقریریں کیں مگر اتفاق نہ ہو سکا اور دونوں فریقوں میں سنگریزے اور ڈھیلے چلنے لگے۔ حضرت عائشہ نے لوگوں کو اس بیہودگی سے روکا۔ اور اپنی محمل پر سے بآواز بلند تقریر کی جس میں حمد الٰہی کے بعد فرمایا "لوگ عثمان کو الزام دیتے تھے۔ اُنکے عاملوں کو ملزم و مجرم ٹھہراتے تھے۔ اور مدینے میں ہمارے پاس آ کر ہم سے مشورہ لیتے تھے۔ ہم جب کبھی غور کرتے عثمان کو نیک، وفادار، اور پاک نفس پاتے۔ اور اُن کے الزام دینے والوں کو بدکار غدار اور جھوٹا۔ ان لوگوں کا ارادہ کچھ ہوتا اور ظاہر کچھ کرتے۔ پھر جب ان لوگوں کی قوت بڑھی اور انکی کثرت ہوئی تو سب نے اُنکے گھر پر نرغہ کر دیا۔ جس خون کا گرانا حرام تھا اُسکو حلال کر لیا۔ جو مہینہ محترم تھا اُنکی

حضرت۔ اور جو شہر معزز تھا اُسکی عزت بے وجہ اور بے سبب خاک مین ملادی۔ لہذا تم لوگون کو جو کام کرنا چاہیئے (جسکے خلاف ہرگز جائز نہین) یہ ہے کہ خلیفہ مظلوم کے قاتلون کو ماخوذ کرو۔ اور کتاب اللہ کا جو حکم ہو اُس پر عمل کیا جائے" اسکے بعد آپ نے چند آیات قرآنی پڑھین۔ اور خاموش ہوگئین۔

محبوبہ رسول خدا کی اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ عثمان بن حنیف کے گروہ مین پھوٹ پڑگئی۔ اور وہ لوگ ایک دوسرے پر ڈھیلے اور سنگریزے برسانے لگے۔ آخر لڑائی چھڑ گئی جس سے حضرت عائشہ برابر بچتی اور روکتی تھین۔ لڑائی مین ابن حنیف کے لوگ زیادہ مارے گئے۔ آخر اس اقرار پر صلح ہوئی کہ اہل شہر کا ایک قاصد مدینے بھیجا جائے جو دریافت کر لائے کہ طلحہ و زبیر نے حضرت علی کے ہاتھ پر جبر و اکراہ بیعت کی تھی یا برضا و رغبت۔ اگر اُن کا بخوشی بیعت کرنا ثابت ہو تو حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرے کو چھوڑ کے چلے جائین۔ اور اگر اسکے خلاف ثابت ہو تو ابن حنیف شہر کو چھوڑ کے چلے جائین اور طلحہ و زبیر شہر پر قبضہ کر لین۔ اس کا تحریری معاہدہ ہو گیا اور کعب بن سُور شہر والون کے سفیر کی حیثیت سے مدینے مین گیا۔ وہان اُس نے اہل مدینہ کو جمع کرکے اہل بصرہ کی طرف سے یہ سوال پیش کر دیا۔ سب خاموش تھے اور کوئی جواب نہ دیتا تھا کہ اُسامہ بن زید نے اُٹھ کر کہا" وہ دونون بیعت کرنے پر مجبور کیے گئے تھے" جیسے ہی یہ الفاظ اُن کی زبان سے نکلے بہت سے لوگ اُن پر جھپٹ پڑے۔ ساتھ ہی صہیب۔ ابو ایوب انصاری۔ محمد بن مسلمہ اور دیگر صحابہ نے اُسامہ کو اُن لوگون کی یورش سے بچا لیا۔ اور یہ اعلان کیا" افسوس صحیح تو یہی ہے جو اُسامہ نے کہا" اب وہ سب صحابی اُسامہ کو اپنی حفاظت مین اُن کے گھر پہونچا آئے۔ اور اُن سے کہا "ہماری طرح تم بھی خاموش کیون نہ رہے؟" اُنھون نے کہا "مین کیا جانتا تھا کہ یہان یہ حالت ہو رہی ہے"

یہ تماشا دیکھتے ہی کعب نے بصرے کی راہ لی۔ اور اُسکے جانے کے بعد حضرت علی کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی۔ فوراً عثمان بن حنیف کو تحریر فرمایا کہ "خبردار تم بصرے کو نہ چھوڑنا"۔ اور طلحہ و زبیر کے متعلق تحریر فرمایا کہ "خدا کی قسم وہ جماعت کا ساتھ چھوڑنے پر نہین مجبور کیے گئے تھے۔ ہان جماعت کا ساتھ دینے پر البتہ مجبور کیے

گئے۔ لہذا بیعت توڑنے کے لیے اُن کے پاس کوئی جائز عذر نہین ہے"۔
کعب اور حضرت علی کا خط دونون بصرے مین ایک ساتھ پہونچے۔ اُم المومنین نے عثمان بن حنیف کے پاس آدمی بھیجا کہ "تحریری معاہدے کے مطابق وہ بصرہ چھوڑ کے چلے جائین"۔ اُنھون نے حضرت علی کا خط دکھا کر عذر کیا اور کہلا بھیجا کہ "اب تو صورت ہی دوسری ہوگئی"۔
آخر ایک اندھیری رات کو طلحہ و زبیر نے بصرے مین گھس کے جامع مسجد اور دارالامارۃ پر قبضہ کرلیا۔ اور عثمان بن حنیف کو پکڑوا بلایا۔ جو لوگ لانے اُنھون نے یہان تک پہونچتے پہونچتے اُن کی داڑھی مونچھون کے تمام بال اُکھاڑ کے اُنھین امرد بنا دیا۔ جس کا دونون حضرات کو افسوس ہوا۔ اور حضرت عائشہ کے حکم سے وہ چھوڑ دیے گئے جو بھاگ کے حضرت علی سے جا ملے۔ بصرے پر قابض ہونے کی اور روایتین بھی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف گروہون سے لڑائیان بھی ہوئین مگر حضرت عائشہ کا لشکر ہر طرح کامیاب رہا۔ اور اسکے بعد بجز حرقوص کے جو مقام پر چھوڑ دیا گیا جتنے قاتلین عثمان بصرے مین تھے قتل کیے گئے۔
حضرت علی کو جیسے ہی حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کی ان کارروائیون کی اطلاع ہوئی اُن کے مقابلے اور روک تھام کی کوشش شروع کردی۔ مگر مدینے والون مین سے بجز چند بزرگون کے کسی نے رفاقت کی حامی نہین بھری۔ آخر ربیع الاول ۳۶ھ کی آخری تاریخون مین آپ اُسی لشکر کو لے کر جو شام کی مہم اور معاویہ کے مقابلے کے لیے جمع ہوا تھا بصرے کی طرف چلے۔ اس لشکر مین حضرت عثمان پر یورش کرنے والون مین سے بھی ۹۰۰ آدمی موجود تھے۔
آپ مدینے سے باہر نکلے تو عبداللہ بن سلام نے جو ایک جلیل القدر صحابی تھے آکے رکاب تھام لی اور عرض کیا "امیرالمومنین۔ آپ بہ نفس نفیس مدینے سے نہ جائیے آپ کا قدم مدینے سے نکلا تو پھر کبھی خلافت یہان نہ آئے گی"۔ جو لوگ حضرت علی کو لیے جاتے تھے اُن کو ابن سلام کا یہ فعل ناگوار گذرا۔ بگڑ بگڑ کے اُنھین برا بھلا کہنے اور گالیان دینے لگے۔ حضرت علی نے جو ایک صحابی رسول کی یہ بے حرمتی ہوتے دیکھی تو اپنے ہمراہیون کو روکا اور فرمایا "رہنے دو یہ شخص اصحاب رسالت مین سے ہے"۔

پہلی منزل ربذہ مین پڑاؤ تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پھر آکے آپ کو سفر سے روکا - اور فرمایا " افسوس آپ میرا مشورہ نہین مانتے - اور ان کارروائیون کا انجام مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے " اسی سلسلے مین آپ نے گزشتہ مشورے یاد دلائے حضرت علی نے فرمایا " بیٹا - وہ جو تم نے کہا تھا کہ مین مدینے سے چلا جاؤن تو اُس پر عمل ہونا غیر ممکن تھا - اس لیے کہ جس طرح عثمان دشمنون کے نرغے مین تھے مین بھی تھا - اور یہ جو تم نے کہا تھا کہ مین خلافت کو نہ قبول کرون - تو سنو - خلافت کا فیصلہ کرنا خاص اہل مدینہ کا حق تھا - اور ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ اپنے حق کو ضائع کردین - جس وقت رسول خدا صلعم نے وفات پائی مین کسی کو اپنے سے زیادہ اُس کا مستحق نہ پاتا تھا - مگر لوگون نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی - پھر جب خدا نے اُنھین آغوش رحمت مین لیا تب مجھ سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق نہ تھا - مگر وہ عمر کے لیے وصیت کر گئے - اور اُن کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی - بعد ازان جب عمر جوار رحمت مین گئے تو اُس وقت بھی مین اسی خیال مین تھا کہ سب سے زیادہ مستحق خلافت مین ہون - مگر عمر چھ نامون کا قرعہ ڈال گئے جن مین سے ایک میرے نام کا تھا انجام یہ ہوا کہ لوگون نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی - پھر جب یہ ہوا کہ لوگون نے عثمان پر یورش کی اور اُنھین مار ڈالا تو سب نے بغیر کسی ناگواری کے برضا و رغبت میرے ہاتھ پر بیعت کی - لہذا اب تو اُن لوگون کو ساتھ لے کر جو میرا ساتھ دین مین ہر مخالف اور ہر باغی کا مقابلہ کرون گا " اسکے سوا آپ نے اور بہت سی باتین کین جن کو سُن کر حضرت حسن خاموش ہو رہے -

ربذہ سے آپ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر طیار کو کوفے روانہ کیا - اور وہان کے لوگون سے استدعا کی کہ موجودہ فتنون اور ہنگامون مین استقلال و پامردی کے ساتھ آپ کا ساتھ دین - پھر ہمراہیون کو ثبات و وفاداری پر آمادہ کر کے بصرے کی طرف چل کھڑے ہوے - اور چلتے وقت اپنا اصلی مقصد یہ ظاہر فرمایا کہ ہم اُن لوگون کو سمجھائین اور راہ راست پر لائین گے - نہ مانا تو جہان تک سکے گا درگزر کرین گے اور لڑائی کو ٹالین گے - اس پر بھی اُنھون نے صلاحیت نہ اختیار کی تو لڑین گے "

اب آپ مقام ذی قار مین ٹھہر کے انتظار کرنے لگے کہ کوفے کا کیا انتظام ہوتا ہے جہان کی حکومت صحابی رسول اللہ ابو موسیٰ اشعری کے ہاتھ مین تھی۔ دونون محمد ان سے جا کے ملے اور اہل کوفہ کے مجمع عام مین حضرت علی کا خط سنایا۔ مگر جواب کچھ نہ ملا۔ شام کو کوفے والون نے اس امر مین ابو موسیٰ کی راے پوچھی۔ اُنھون نے کہا "اب دو ہی صورتین ہین۔ ایک یہ کہ ہم گھر مین چھپ کے بیٹھ رہین نہ ادھر کا ساتھ دین نہ اُدھر کا۔ دوسری یہ کہ میدان مین نکل پڑین اور کسی ایک کا ساتھ دین۔ پہلی بات آخرت کے کام کی ہے اور دوسری دنیا کے کام کی۔ جسکو چاہو اختیار کر لو"۔ حضرت علی کے دونون سفیر اس تقریر کو سُن رہے تھے۔ بہت بگڑے اور ابو موسیٰ کو سخت سست کہنے لگے۔ اسکے جواب مین ابو موسیٰ نے کہا "عثمان کی خدا کی قسم میری گردن پر بھی ہے اور جن کی طرف سے تم آئے ہو اُن کی گردن پر بھی۔ ہم تو جب تک قاتلین عثمان سے چاہے وہ کہین ہون فراغت نہ کر لین گے کسی سے نہ لڑین گے"۔

ابو موسیٰ کی تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ حضرت علی کے سفیرون کا کچھ زور نہ چلا۔ اور دونون ناکام ذی قار مین آپ کے پاس واپس آئے۔ مجبوراً آپ نے مالک اشتر اور ابن عباس کو کوفے مین بھیجا۔ جنھون نے پہونچ کر اپنے شناسا اہل کوفہ کو اپنی طرف توڑنا شروع کیا۔ ابو موسیٰ نے عام اہل کوفہ کو جمع کر کے ان دونون صاحبون کی موجودگی مین یہ تقریر کی "لوگو۔ اصحاب رسالت جو آپ کی صحبت سے شرفیاب ہوئے وہی خدا اور رسول کو خوب جانتے ہین۔ ہمارا تم پر حق ہے اور اُس حق کو مین نصیحت کے عنوان سے ادا کیے دیتا ہون۔ صحیح مشورہ یہ ہے کہ ربانی سلطنت کی سُبکی نہ کرو۔ اور خدا سے لڑنے کی جرأت نہ کرو۔ جو حضرات مدینے سے آئین اُن کا خیر مقدم کرو۔ تاکہ وہ لوگ جہان سے آئے ہین وہین چلے جائین یہانتک کہ وہ باہم متفق ہو کر آئین۔ مدینے والے ہی اسکو خوب جانتے ہین کہ امامت کے لیے زیادہ مناسب و موزون کون ہے۔ یہ کانون کو پھاڑنے والا ہنگامہ ہے۔ اس مین بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے۔ کھڑا ہونے والا سوار سے۔ اور سوار لڑنے والے سے اچھا ہے۔ لہذا کوئی چوٹی کا سوراخ بھی ملے تو اُس مین چھپ کے بیٹھ رہو۔ تلوارین میانون مین

کرلو۔ نیزون کے پھل اُتارلو۔ کمانون کی تانت کاٹ ڈالو۔ اور جو مظلوم و پریشان حال ملے اُس کو پناہ دو۔ یہان تک کہ خرابیان دور ہو جائین اور یہ فتنہ دُور ہو۔" اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ ابن عباس اور اشتر بھی حضرت علی کے پاس ناکام واپس آئے۔

اب آپ نے اپنے فرزند حسن اور عمار بن یاسر کو روانہ فرمایا۔ اور روانہ کرتے وقت عمار سے کہا "جاؤ اور اس فساد کو رفع کرو۔" دونون صاحب جیسے ہی کوفے مین داخل ہوے مسروق بن اجدع کا سامنا ہوا۔ مسروق نے صاحب سلامت کے بعد عمار سے کہا "ابو یقظان۔ بھلا تمہنے عثمان کو کیون مارڈالا؟" کہا "اس لیے کہ ہماری آبرو مین فرق آگیا تھا۔ اور ہمارے اچھے اچھے لوگ مارے بیٹھے گئے۔" مسروق نے کہا "مگر خدا کی قسم تم نے اتنے عذاب کا کوئی کام نہ کیا ہوگا جتنا کہ اس فعل کی پاداش مین تم پر ہوگا۔ اس معاملہ مین تم صبر و تحمل سے کام لیتے تو بہتر ہوتا۔"

ابو موسیٰ کا سامنا ہوا تو اُنھون نے بڑھ کے حضرت حسن کو سینے سے لپٹا لیا۔ اور عمار کی طرف دیکھ کے کہا "ابو یقظان۔ تم اور دشمنون مین شامل ہو جاؤ! اور اپنے نفس کو فاجرون کے پھندے مین ڈال دو! میری تو یہ حالت ہے کہ نہ اس کام مین شریک ہوا اور نہ اسکو جائز تصور کیا۔"

یہ الفاظ سُن کے حضرت حسن نے فرمایا "ابو موسیٰ۔ تم لوگون کو ہم سے جدا کیون کیے دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہمارا ارادہ اصلاح ہی کا ہے۔ اور امیر المومنین علی ایسے بزرگ نہین کہ اُن کا ساتھ دینے مین کوئی خطرہ ہو۔" جواب مین ابو موسیٰ نے کہا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون۔ آپ جو فرمائین سچ ہے۔ لیکن جب کسی شخص سے مشورہ لیا جائے اُس کی حیثیت امانت داری ہوتی ہے۔ مین نے حضرت رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا۔ اُس مین بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے۔ کھڑا ہونے والا چلنے والے سے۔ اور چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ خدا نے تعالیٰ نے ہمین بھائی بھائی بنا دیا ہے اور ہمارے جان و مال کو ایک دوسرے پر حرام کر دیا۔"

ابو موسیٰ کی اس تقریر پر عمار کو غصہ آگیا۔ اُنھیں سخت سُست کہا۔ اور لوگون کی طرف دیکھ کر بولے "لوگو۔ رسول خدا صلعم نے اکیلے انھین کو حکم دیا ہوگا کہ اس فتنے مین بیٹھا رہنا کھڑے ہونے سے اچھا ہے" عمار کی یہ درشت زبانی بنی تمیم کو ناگوار گزری جو ابو موسیٰ کا دم بھر رہے تھے۔ اُن مین کا ایک شخص غصے مین بھرا ہوا اُٹھا اور عمار کو گالی دے کر کہا "کل تو ہنگامہ کرنے والون کے ساتھ تھا۔ اور آج یہان آکر ہمارے امیر سے بدزبانی کرتا ہے!" ساتھ ہی اور بہت سے لوگ اُٹھ کھڑے ہوے۔ مگر ابو موسیٰ نے سمجھا بجھا کے سب کو روکا۔

یہ جھگڑا پیش ہی تھا کہ حضرت عائشہ کا قاصد زید آپ کے دو خط لیے ہوے آیا۔ ایک ابو موسیٰ کے نام اور ایک عام اہل کوفہ کے نام۔ دونون خط تمام حاضرین کو سُنائے اور خود جناب صدیقہ کی مخالفت کرنے لگا۔ چنانچہ اُس نے کہا "عائشہ کا یہ حکم تھا کہ گھر مین بیٹھیں اور ہمین حکم تھا کہ فتنے کو دُور کرین۔ مگر اسکے خلاف آج انکا طرز عمل یہ ہے کہ اپنے فرض پر عمل کرنے کی ہمین ہدایت کرتی ہین اور ہمارے فرض کو خود انھون نے اختیار کرلیا ہے" یہ فقرہ شبث بن ربعی کو ناگوار ہوا اور زید سے کہا "او عمانی۔ فتح جلولا کے وقت چوری کی سزا مین تیرا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ آج آیا ہے کہ اُم المومنین کی نافرمانی کرے اور اُن کے خلاف لوگون کو بہکاتا ہے؟"

یہ رنگ دیکھ کے ابو موسیٰ نے اُٹھ کر تقریر کی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ "دین و دُنیا کے محفوظ رہنے کی یہی تدبیر ہے کہ اسلحہ کو پھینکو اور دروازے بند کرکے گھرون مین بیٹھ رہو۔ ہان جو مظلوم تمھارے یہان آجائے اُس کو پناہ دو"

حضرت عائشہ کے سفیر زید نے اپنے ٹُنڈ کو حرکت دے کر کہا "اس مشورے پر عمل کرنا غیر ممکن ہے۔ لہذا ان اوہام کو چھوڑو اور حضرت علی کے پاس چلو" اب قعقاع اُٹھے اور کہا "لوگو۔ مین تمھین نیک مشورہ دیتا ہون۔ امیر نے جو کچھ کہا سچ کہا مگر کاش اس پر عمل ہو سکتا۔ زید کا کہنا تو مین نہ مانون گا لیکن خلافت کی عمارت کا قائم رہنا ضروری ہے تاکہ نظم و نسق درست رہے۔ ظالم ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی دادرسی ہو۔ امیر المومنین جو خلیفہ منتخب ہو چکے موجود ہین اور اصلاح کی طرف بلا رہے ہین۔ لہذا انھین کے کہنے پر عمل کرو"

اب عبد الخیر اور ابو موسیٰ اشعری مین کچھ بحث ہوئی۔ اور آخر مین ابو الخیر نے کہا "اس زمانے مین کوئی نہین جو فتنے سے بچا ہو۔ مسلمانون کے چار گروہ ہو گئے ہین۔ اول علی اور اُنکے ساتھی جو شیعیان علی کہلاتے ہین۔ دوسرے طلحہ و زبیر اور ان کے گروہ والے جو بصرے مین ہین۔ تیسرے معاویہ اور اُن کے رفقا جو شام مین ہین اور شیعیان عثمان کہلاتے ہین۔ چوتھا ایک اور گروہ جو یہان موجود ہے جو کسی کا بھی ساتھ دینا بُرا سمجھتا ہے۔ یہ لوگ قاعدین کے لقب سے مشہور ہین۔" ابو موسیٰ نے جوش کے ساتھ کہا "اور یہی لوگ سب سے اچھے ہین۔" عبد الخیر نے جواب دیا کہ "ابو موسیٰ تمھارے دل پر بُرائی غالب آ گئی ہے۔"

اختلاف بڑھتا جاتا تھا۔ سیحان نے ابو موسیٰ کی تائید کی۔ آخر عمار نے اُٹھ کے کہا "حضرت علی رسول اللہ صلعم کے ابن عم ہین اور تم کو زوجۂ رسالت اور طلحہ و زبیر کے مقابلے پر بلاتے ہین۔ اس کو مین مانتا ہون کہ عائشہ دنیا و آخرت دونون مین رسول اللہ صلعم کی بیوی ہین۔ مگر پھر بھی کہتا ہون کہ خوب سوچو اور علی کا ساتھ دو۔"

اب بھی بعض نے اختلاف کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے زبان کھولی اور فرمایا "لوگو۔ امیر المومنین کی دعوت قبول کرو۔ اور اپنے بھائیون کی طرف چلو۔ عنقریب وہ شخص مل جائیگا جس کے پاس خلافت کے لیے جمع ہونا چاہیے۔ اہل عقل و ہوش کے لیے اُنھین کا ساتھ دینا مناسب ہے۔ اور یہی مسلمانون کے حق مین مفید ہے۔ تمہاری دعوت قبول کرو۔ اور جس مصیبت مین ہم تم مبتلا ہو گئے ہین اُسکے مٹانے مین ہمارا ہاتھ دو۔ اور ہمارے مدد و معاون بنو۔ امیر المومنین کہتے ہین کہ مین نے ایک راستہ اختیار کر لیا جس مین یا تو مین ظالم ہون گا یا مظلوم۔ جس کسی کو حق کی تلاش ہو میرے پاس آئے۔ اگر مین ظالم ہون تو مجھ سے مواخذہ کرے۔ اور مظلوم ہون تو میری مدد کرے۔ طلحہ و زبیر نے خدا کی قسم سب سے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب سے پہلے مجھے دغا دی کیا مین نے کسی کا مال غصب کر لیا تھا یا کسی شرعی حکم کو بدل دیا تھا جو وہ لوگ برسر پرخاش ہین؟ غرض آؤ۔ اچھے کامون کو جاری کرو اور بُرے کامون سے لوگون کو روکو۔"

حضرت حسن کی اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔ اور تمام اہل کوفہ حضرت علی کے طرفدار ہو گئے اور دوسرے ہی دن نو ہزار آدمی آپ کا ساتھ دینے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔

جس وقت مسجد جامع مین حضرت حسن اور ابوموسیٰ مین گفتگو ہو رہی تھی اشتر کوفے مین داخل ہوا - بہت سے لوگون کو اپنے موافق بنایا - اور پوری قوت کے ساتھ قصر امارت مین گھس پڑے - ابوموسیٰ کے لوگون کو مار کے نکال دیا - اُن کے غلام دوڑتے ہانپتے ہوئے ابوموسیٰ کے پاس جامع مسجد مین گئے اور حال بیان کیا - وہ فوراً منبر سے اُتر کے قصر مین آئے تو اشتر نے ڈانٹا کہ "چا دور ہو یہان سے - اور سمجھ کہ خدا نے تجھے اس حکومت سے کھوے نکال دیا" اُنھون نے شام تک کی مہلت مانگی - اور اس طرح یہ حکومت کوفہ اُن کے ہاتھ سے نکل گئی -

اب حضرت علی نے قعقاع کو سفیر بنا کے حضرات طلحہ و زبیر کے پاس اتمام حجت کے لیے بھیجا - اُنھون نے جا کے حضرت عائشہ اور اُن دونون بزرگون کے سامنے ایسی گفتگو کی کہ سب نے اُسکو پسند کیا اور صلح پر آمادگی ظاہر کی - قعقاع صلح کی امید دل مین لیے ہوے حضرت علی کے پاس واپس آئے - اور سارے لشکر کو صلح کا یقین ہو گیا - اور حضرت علی نے اعلان کرا دیا کہ کل مین بصرے کی طرف کوچ کرون گا - اور تاکیدی حکم فرمایا کہ جن لوگون نے حضرت عثمان کی مخالفت مین کوئی حصہ لیا ہے وہ میرے ساتھ نہ چلین اور میرے لشکر سے علحدہ ہو جائین مگر اس پر عمل نہین ہوا - اس لیے کہ تمام قاتلین عثمان آپ کے لشکر مین تھے اور ساتھ نہ چھوڑتے تھے -

بلکہ اُن لوگون نے رات کو اپنی ایک کانفرنس جمع کی - جس مین یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا کہ اگر صلح ہو گئی اور طلحہ و زبیر کے ساتھی بھی علی کے جھنڈے کے نیچے آ گئے تو ہم کو نکال باہر کیے جائین گے - طلحہ و زبیر تو ہمارے کھلے دشمن ہین - علی کے دل کا حال نہین معلوم - صلح کی صورت مین علی بھی اُن کا ساتھ دین گے اور ہم سب قتل کیے جائین گے - اشتر بھی اس کانفرنس مین شریک تھے - یہ رائے ظاہر کی کہ علی اور طلحہ و زبیر کو بھی وہین پہونچا دین جہان عثمان کو پہونچایا ہے - ابن سبا بولے "ان لوگون سے علحدہ ہو کے کسی اور شہر مین جا بسین" ابن سودا نے جواب دیا کہ اُس صورت مین ہم مین کا ایک ایک شخص چُن کے مار ڈالا جائے گا - آخر بڑے رد و بدل کے بعد یہ قرار پایا کہ جس طرح بنے صلح نہ ہونے پائے - ہماری فلاح اسی مین ہے"

اب حضرت علی کوچ کر کے بصرے کے قریب پہونچے۔ اور حضرت عائشہ اور طلحہ وزبیر اُدھر اپنے لشکر کے ساتھ بڑھے۔ اور وسط جمادی الاولی ۳۶ھ مین دونو لشکر ایک دوسرے کے مقابل اُتر پڑے۔ اور دونون گذشتہ مراسلت وسفارت کی بنا پر جلد صلح ہو جانے کے امیدوار تھے۔

ابو الجرباد اور صبرہ وغیرہ نے طلحہ وزبیر سے جنگی کارروائیان کرنے کو کہا تو تو دونون نے فرمایا "یہ ایسی لڑائی ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی صورت پیش نہین آئی تھی۔ اس بارے مین نہ قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ کوئی حدیث موجود ہے۔ ایک گروہ ہماری تحریک کو ناجائز بتاتا ہے۔ ایک گروہ جس مین ہم ہین کہتا ہے کہ نہ ہمارے لیے دستبردار ہو جانا مناسب ہے نہ دیر لگانا۔ علی کہتے ہین کہ قاتلین عثمان کو چھوڑنا برا ہے لیکن اور باتین جو اس سے بھی زیادہ بُری ہین اُن کے مقابلے مین اس کا اختیار کر لینا انسب ہے۔ عنقریب حق ہم پر روشن ہو جائے گا۔ اور مسلمانون کو بعض ایسے احکام ملے ہین جو اس جھگڑے مین پڑنے سے زیادہ سودمند ہین۔"

اُدھر اعور بن بنان نے حضرت علی سے لڑائی چھیڑنے کی درخواست کی تو فرمایا "مین آگ کو بجھانا اور اصلاح کرنا چاہتا ہون۔ شاید خداوند عالم امت محمدی سے تفرقہ دور کر دے۔ اور یہ لڑائی رُک جائے۔" پوچھا "وہ لوگ نہ مانین تو؟" ارشاد ہوا "جب تک وہ نہ بولین گے مین بھی نہ بولون گا۔" پوچھا "اور جو وہ ہمین خاموش بھی نہ بیٹھنے دین؟" فرمایا "اُس وقت ہم اپنی جانون کو بچائین گے۔" پوچھا "تو کیا اُن لوگون کے ہم پر وہی حقوق ہین جو ہمارے اُن پر ہین؟" فرمایا "بیشک۔"

ابو السلامہ دالانی نے آپ سے پوچھا "جو لوگ اس خون کے دعویدار ہین اگر اُنکی نیت بخیر ہو اور خلوص عقیدت سے خون عثمان کا انتقام لینا چاہتے ہون تو اُنکے لیے خدا کے سامنے کافی عذر ہوگا؟" فرمایا "بے شک ہوگا۔" عرض کیا "اور آپ اگر اس لڑائی مین تاخیر فرمائین تو آپ کے لیے بھی عذر پیدا ہو جائے گا؟" فرمایا "ہان ہو جائے گا۔ جس امر مین پورا علم نہ ہو اُس مین یہی طرز عمل مناسب ہوا کرتا ہے جس مین زیادہ درستی ہو۔ اور جسکے اختیار کرنے مین زیادہ احتیاط سے کام لیا گیا ہو۔"

پوچھا" اور کل کی لڑائی کے بعد ہمارا اُن کا کیا حال ہوگا؟" ارشاد ہوا "مجھے اُمید ہے کہ جو شخص خالصۃً للہ ارادۂ خیر سے مارا جائیگا خدا اُسکو جنت مین داخل کرے گا"۔ پھر آپ نے خطبے مین عام طور پر ارشاد فرمایا" لوگو۔ اپنے حریفون کے بارے مین اپنے ہاتھون اور زبانون کو قابو مین رکھو۔ اور خبردار ہم سے آگے نہ بڑھ جانا۔ آج جو شخص عداوت کے جذبات سے کام لے گا کل خدا اُس کا دشمن ہوگا"۔

اب حضرت علی نے طلحۂ و زبیر کے پاس کہلا بھیجا کہ "اگر آپ لوگ اس خیال پر ہین جو قعقاع سے ظاہر کیا تھا تو لڑائی کو ابھی روکیے تاکہ ہم اچھی طرح غور کر لین"۔ اب دونون طرف کے لشکر آمنے سامنے خیمہ زن تھے۔ اور صلح کے لیے قاصد برابر دوڑ رہے تھے۔ حضرت علی کے زیر علم بیس ہزار جوانمرد تھے اور حضرت عائشہ کے لشکر کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔ ایک دن میدان جنگ مین طلحۂ و زبیر اور حضرت علی سے دوبدو گفتگو ہوئی۔ آپ نے دونون کو قائل کیا۔ اور زبیر کو یاد دلایا کہ رسول اللہ صلعم نے اُن سے فرمایا تھا "تم ایک دن علی سے لڑوگے۔ اور تم ہی اُن کے حق مین ظالم ہوگے"۔ جس کو زبیر نے قبول کیا۔ اور وعدہ کیا کہ مین اب آپ سے نہ لڑون گا۔

اسی سلسلے مین ایک دن صلح طے ہوگئی۔ حضرت علی نے اپنی فوج کے افسرون کو اور طلحۂ و زبیر نے اپنے سردارون کو خوشخبری بھی سُنا دی۔ اور اسکے بعد دونون طرف کے لوگ ایسے اطمینان سے سوئے کہ کبھی اُس زمانے مین نہین نصیب ہوا تھا۔ مگر قاتلین عثمان اور پیروان ابن سبا کو جو حضرت علی کے لشکر مین ملے ہوے تھے یہ رات سخت فکر اور اندیشے مین گذری۔ سب نے قرار دیا کہ صبح ہوتے ہی تڑکے منہ اندھیرے لڑائی چھیڑ دین۔ اور سبائیون نے اپنے ایک شخص کو حضرت علی کے خیمے کے پاس کھڑا کر دیا۔ ان لوگون نے ہر جانب لشکر مرتضوی سے نکل کر جناب عائشہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت علی نے لڑائی کا شور سُنا تو خیمے سے نکل کے پوچھا "یہ کیا ہوا؟" اس سبائی نے عرض کیا "ہم غافل تھے کہ مخالفون کے ایک گروہ نے ہم پر شبخون مارا۔ ہم نے اُنھین مار کے ہٹا دیا۔ اور رگیدتے ہوے اُن کے لشکر تک پہونچے تو سارے لشکر کو حملے کے لیے تیار پایا"۔

ادھر ان لوگون کی یورش کا حال طلحہ وزبیر نے سنا تو حیران رہ گئے کہ "یا تو صلح ہو رہی تھی یا ہم پر شبخون مار آگیا - علی کو ہم پہلے سے جانتے تھے کہ بے خونریزی کیے نہ مانین گے۔"

سبائی کے اس بیان پر بھی حضرت علی نے پکار پکار کے اپنے لوگون سے کہنا شروع کیا "رکو - رکو" مگر مفسد گروہ کسی طرح نہ رکتا تھا - آخر سارے لشکر مین لڑائی پھیل گئی -

کعب بن سور نے دوڑکر حضرت عائشہ کو خبر کی جو ابھی تک بصرے کی آبادی مین رونق افروز تھین - اور عرض کیا "اے مادر مہربان خبر لیجیے - لوگ بجز لڑائی کے کچھ نہین مانتے - شاید حضور کی محمل کو دیکھ کر صلح کر لین" - آپ فوراً ناقۂ مبارک پر سوار ہو کے میدان مین آئین جس پر لوگون نے چارون طرف سے اپنی زرہین اُتار اُتار کے ڈال دین - میدان کے قریب لڑائی کا شور و غوغا سنا تو آپ رک گئین اور سامنے سخت خونریزی ہو رہی تھی -

میدان مین عمار اور زبیر کا مقابلہ ہوا - عمار بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارتے مگر زبیر بجز اپنے بچانے کے اُن پر حربہ نہ کرتے - اسوقت دنیا کا سخت ترین ہنگامہ برپا تھا - اس لیے کہ وہ نبرد آزما بزرگ آپس مین لڑ رہے تھے جنھون نے ایران و روم و مصر کی شاہنشاہیان چند روز مین مٹا دی تھین - قعقاع کہتے ہین کہ مین نے اس سے سخت لڑائی کبھی نہین دیکھی - عبداللہ بن سنان کاہلی کا بیان ہے کہ پہلے تیر چلنا شروع ہوے - ترکش خالی ہو گئے تو نیزہ بازی شروع ہوئی - نیزے ٹوٹ گئے تو تلوارین کھنچین اور شیاسپ چل رہی تھین۔"

یکایک حضرت عائشہ نے نئی قسم کا شور سنا پوچھا "یہ کیا ہے؟" جواب ملا آپ کی طرف والون کو شکست ہوئی - فوراً آپ نے کعب بن سور کے ہاتھ مین قرآن دیا اور کہا "لوگون کو اسکی طرف بلاؤ" اور اُنکے پیچھے پیچھے ناقۂ مبارک کو میدان کی طرف بڑھایا -

شکست کا باعث یہ ہوا کہ حضرت زبیر کو اپنے غلطی پر ہونے کا یقین آگیا جو حضرت علی سے قائل ہونے کے بعد بیٹے کے سمجھانے سے پھر آمادۂ جنگ ہو گئے تھے - اب

جو یاد آیا کہ عمار کا قاتل باغی ہو گا، اور ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ رسول خدا صلعم نے مجھے حضرت علی کے مقابلے پر ظالم فرمایا تھا، فوراً ارادہ کیا کہ لڑائی سے علیحدہ ہو جائین - اُن کا منہ پھیرنا تھا کہ سارے لشکر نے منہ پھیر دیا - زبیر میدان سے ہٹتے ہی وادی سبع نام ایک مقام کی طرف چلے - عمرو بن جرموز پیچھے ہو لیا - پلٹ کے پوچھا "کیون کیا ہے؟" کہا "کچھ پوچھنا چاہتا ہون"۔ مطمئن ہو کر آگے بڑھے - اور ابن جرموز سے کہا "نماز کا وقت آ گیا"۔ اُس نے کہا "جی ہان آ گیا"۔ گھوڑے سے اُتر کے نماز کی نیت باندھی اور ابن جرموز پیچھے کھڑا ہوا - آپ جیسے ہی سجدے مین گئے اُس نے زرہ کی بندش کے مقام مین نیزہ مار کے ایک ہی وار مین کام تمام کر دیا - اور آپ کے اسلحہ اور آپ کی انگوٹھی لے کر حضرت علی کے پاس پہونچا - اور قاتل زبیر کے لیے باریابی چاہی - آپ نے فرمایا "اُسے آنے دو اور دوزخی ہونے کی خبر سنا دو"۔ حاضر ہو کر اُس نے زبیر کی تلوار نذر کی - آپ نے لے کر دیکھا اور فرمایا "آہ - کتنی مدت تک اس تلوار کے ذریعے سے رسول اللہ صلعم کی مشکلین دُور کی ہین"۔ اور ہنگامہ فرو ہونے کے بعد وہ تلوار حضرت عائشہ کی خدمت مین بھیج دی -

اُدھر طلحہ ایک تیر سے زخمی ہوے - قعقاع اور عمار اُنھین میدان سے بصرہ مین لے گئے - اور ایک اُجاڑ مکان مین انتقال فرمایا - کہتے ہین کہ وفات کے وقت وہ حضرت علی کی مخالفت پر نادم تھے - اور طرفداران علی مین سے ایک کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر کے مرے -

ان دونون بزرگون کے ہٹنے سے لوگ بھاگ رہے تھے کہ حضرت عائشہ لوگون کو قرآن کی طرف بلاتی ہوئی میدان مین آئین - اور کعب بن سور آگے آگے تھا - سبائی جوش و خروش سے آپ پر ٹوٹ پڑے - اور محمل پر تیرون کا مینہ برسا دیا - محمل پر تو تیر کارگر نہ ہوے مگر کعب بن سور مارا گیا - اور آپ نے باواز بلند للکارنا شروع کیا کہ "باقی ماندہ فرزندو! اللہ اللہ کرو - اور روز جزا کو نہ بھولو"۔ پھر جب دیکھا کہ حضرت علی کے لوگ بڑھتے ہی چلے آتے ہین تو چلائین "لوگو! قاتلین عثمان پر اور اُن ظالمون کے مددگارون پر لعنت بھیجو"۔ یہ کہتے ہوے آپ نے اپنی اونٹنی بڑھائی

اور تمام رفقا بھی جن کی زبانوں پر یہی کلمہ تھا بڑھے۔ حضرت علی نے جو یہ الفاظ سنے تو آپ نے بھی فرمایا "خدا قاتلین عثمان پر لعنت کرے"۔

بہادر محبوبِ رسول خدا کے اس عزم سے بھاگے ہوئے لوگ پھر پلٹ پڑے اور جم کے لڑائی ہونے لگی، بلکہ بصرے کے بعض بہادروں نے حضرت علی کے بعض گروہوں کو ہٹا دیا۔ آخر حضرت علی خود مقابلے پر آئے اور حملہ کیا۔ مگر سامنے جان نثاران حضرت صدیقہ کی جان بازی نے نیزوں اور برچھوں کا ایسا گھنا خاردار جنگل قائم کر دیا کہ کسی کو قدم بڑھانے کی مجال نہ تھی۔ جناب علی نے زبردست حملہ کر کے ناقۂ عائشہ کے آگے خون کا دریا بہا دیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اور آپ کے کئی معزز رفقا محمل کے آگے مارے گئے۔

اس وقت سب سے سخت آزمایش گاہ ناقۂ عائشہ کے آگے تھی جہاں دونوں طرف کے بہادر آ آ کے ڈھیر ہو رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عائشہ نے محمل کی بائیں طرف جھانک کے دیکھا اور پوچھا "ادھر کون لوگ ہیں؟" عرض کیا گیا "آپ کے فرزندان ازد و غسان"۔ آپ نے انھیں ان کی شجاعت یاد دلائی اور جوش جان نثاری سے ان کی یہ حالت کر دی کہ دوڑ دوڑ کے ناقۂ مبارک کی مینگنیاں اٹھا اٹھا کے سونگھتے اور کہتے "یہ ہماری مادر محترمہ کی اونٹنی کی مینگنیاں ہیں جن میں مشک کی خوشبو آتی ہے"۔ پھر آپ نے داہنی طرف جھانک کے دیکھا اور پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" آواز آئی "آپ کے فرزندان بنی بکر بن وائل"۔ آپ نے ان کی شجاعت کی تعریف کی اور انھیں معرکہ آرائی پر ابھارا۔ پھر سامنے دیکھ کے پوچھا "تم کون لوگ ہو؟" جواب ملا "آپ کے فرزندان بنی ناجیہ"۔ فرمایا "واہ واہ! یہ قریشی تلواریں ہیں۔ اس طرح لڑو کہ قیامت تک نام رہ جائے"۔ اتنے میں شجاعان بنی ضبہ ہجوم کر کے سامنے آ گئے۔ اور آپ نے فرمایا "ان میں دہکنے والے انگارے ہیں"۔ آپ کی اس کارروائی نے یہ حالت کر دی کہ ناقۂ مبارک کے سامنے جو لوگ دشمنوں سے لڑ رہے تھے وہ پینترے بدلنے میں بھی قدم پیچھے نہ ڈالتے۔

یہ حال دیکھ کر سپہ گران مرتضوی نے پھر ناقۂ مبارک پر تیروں کی بارش شروع کی اور کوشش ہونے لگی کہ جس طرح بنے یہ اونٹنی گرا دی جائے ورنہ ہمارا کچھ زور نہ چلے گا۔ ناقۂ مبارک کی مہار قاضی بصرہ عمیرہ کے ہاتھ میں تھی۔ جو ان کے سامنے آتا اسے مار کے گرا دیتے

حضرت علی نے ہند بن عمر کو اُنکے مقابلے پر بھیجا۔ تو مارا گیا۔ پھر علباء آیا وہ بھی مارا گیا۔ شیحان آیا وہ بھی مارا گیا۔ یہ دیکھ کر عمار بن یاسر نے کہا "تم دیان پناہ کی جگہ میں ہو۔ بہادر ہو تو اپنے گروہ سے نکل کے میرے سامنے آؤ۔" عمیرہ نے فوراً مہار اور شخص کے ہاتھ میں دی۔ اور اپنے گروہ سے نکل کے عمار کو مقابلے پر بلایا۔ عمار کی عمر اسوقت نوّے برس کی تھی۔ مقابلے کا دم نہ تھا۔ اور سب کو یقین تھا کہ وہ بھی عمیرہ کے ہاتھ سے مارے جائینگے۔ مگر وہ مقابلے پر پہونچ گئے۔ عمیرہ نے تلوار ماری جس کو عمار نے چمڑے کی ڈھال پر لیا۔ تلوار سپر مین پیوستہ ہو کر اٹک گئی۔ عمار نے موقع پاکر عمیرہ کی پنڈلی پر ایسا وار کیا کہ کھڑے ہونے کے قابل نہ رکھا۔ اور یون معذور کر کے عمیرہ کو حضرت علی کے سامنے پکڑ لے گئے۔ انھون نے جان بخشی کے لیے التجا کی مگر حضرت علی نے اتنے لوگون کے قاتل کے لیے معافی جائز نہ سمجھی اور اُنھین اُسی وقت قتل کرا ڈالا۔

اب وہ شخص بڑھا جس نے عمیرہ کے بعد مہار لی تھی۔ وہ دوسرے کو مہار دے کے بڑھا اور حریف سے ایسا مقابلہ کیا کہ دونون ایک ساتھ مارے گئے۔ اسی طرح برابر ناقے کے آگے خونریزی ہو رہی تھی۔ ستر آدمیون نے مہار لی اور سبھون کو مار کے مارے گئے۔ حضرت طلحہ کے فرزند محمد نے مہار لی تو حضرت عائشہ نے اُنھین روکا مگر انھون نے نہ مانا۔ اور لڑ کے شہید ہو گئے۔ عام حالت یہ تھی کہ منتخب کارآزمودہ بہادر ناقہ مبارک کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ جب ایک مہار گیر مارا جاتا تو دوسرا بڑھ کے اُسے تھامتا۔ اور رجز پڑھتا کہ "مین فلان بن فلان ہون"۔ حضرت علی کی طرف سے جو کوئی ناقے کے قریب آتا مارا جاتا یا ایسا زخم کھا کے واپس جاتا کہ پھر آنے کے قابل نہ رہتا۔ اسی کوشش مین عدی بن حاتم کی جو حضرت علی کے ساتھ تھے ایک آنکھ جاتی رہی۔

آخر عبداللہ بن زبیر نے آکے ناقہ مبارک کی مہار لی۔ حضرت صدیقہ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" عرض کیا "آپ کا بھانجا"۔ فرمایا "افسوس ہے اسماء کی مصیبت پر"۔ اتنے مین اشتر نے آکے ابن زبیر سے مقابلہ کیا۔ دونون نے حریف پر ایک ساتھ تلوار ماری۔ اشتر کو خفیف سا چرکا آیا مگر عبداللہ کے سر مین گہرا زخم آیا لیکن انھون

زخم کی پروا نہ کی اور اشتر سے لپٹ گئے۔ کشتی مین ابن زبیر نے اشتر کو پٹک دیا۔ سینے پر چڑھ بیٹھے۔ اور شور کیا کہ "لوگو مجھے اور مالک دونون کو مار ڈالو" بہادران عائشہ کی سمجھ مین نہ آیا کہ اشتر ہی کا نام مالک ہے ورنہ بوٹیان اڑا دیتے۔ جب دیر تک دونون زمین پر پڑے رہے تو دونون طرف کے لوگون نے آکے چھڑا دیا۔ مگر باوجود چھوٹ جانے کے حضرت ابن زبیر کے جسم کو اس معرکہ مین سینتیس زخم پہونچے تھے۔ وہ اکثر فرمایا کرتے مین نے جمل کا ایسا معرکہ نہین دیکھا۔ دونون لشکر جانبازی پر تلے ہوے تھے۔ اور کسی کو شکست نہ ہوتی تھی۔ سیاہ وبرہنہ پہاڑون کی طرح دونون گروہ اپنی جگہ پر جمے ہوے تھے اور جو شخص ناقۂ عائشہ کی مہار آکے لیتا مارا جاتا۔ دیر تک یہ حالت قائم رہی تو علی نے پکار کے کہا "ناقے کی کونچین کاٹو بغیر اسکے یہ لوگ نہ ہٹین گے"

لیکن یہ کارروائی آسان نہ تھی۔ اور محمل عائشہ کے قریب پہونچنا قیامت کا سامنا تھا۔ بجیر بن دلیجہ نام ایک شخص نے بنی ضبہ اور انکے سردار عمرو سے جو ناقۂ مبارک کے آگے سر بکف کھڑے تھے پکار کے کہا "مین تمھارے پاس آنا چاہتا ہون۔ امان دو تو آؤن" عمرو نے امان دی۔ اور بجیر نے اس فریب سے قریب آکر اونٹنی کے ایک پاؤن پر ایسی زبردست تلوار ماری کہ ایک ہی وار مین پاؤن کو قلم کر دیا۔ پاؤن کٹتے ہی اونٹنی ایک پہلو پر گری اور بڑی زور سے چلائی۔ حامیان ناقہ سناٹے مین آگئے۔ ساتھ ہی قعقاع نے حضرت علی کی طرف سے نعرہ بلند کیا کہ "جو لوگ اونٹنی کے گرد ہین انکے لیے امان ہے"۔ سنتے ہی سب لوگ الگ ہو گئے۔ اور قعقاع اور زفر نے قریب آکر ناقۂ مبارک کا تنگ کاٹا۔ اور محمل کو اسکی پیٹھ سے اتار کے زمین پر رکھ دیا۔ جس مین ہزارون تیر پیوست تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک ساہی بیٹھی ہوئی ہے۔

اب حضرت علی کی طرف سے پکار دیا گیا کہ "بھاگنے والون کا تعاقب نہ کرو۔ زخمیون پر تلوار نہ چلاؤ۔ اور گھرون کے اندر نہ گھسو" بعد ازان محمل شریف لاشون کے درمیان سے اٹھا کر الگ رکھی گئی۔ اور محمد بن ابی بکر نے اسکے اندر ہاتھ ڈالا تو جناب صدیقہ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" محمد نے کہا "جس پر آپ کو اپنے تمام اہل خاندان سے زیادہ غصہ ہے" پوچھا "خثعمیہ کا بیٹا؟" کہا "ہان" (محمد بن ابی بکر کی والدہ اسماء بنت عمیس بن خثعم کی بیٹی تھین) فرمایا "خدا کا شکر جس نے تیرا قصور معاف کیا"

حضرت علی کے دریافت کرانے سے معلوم ہوا کہ جناب صدیقہ کی ایک کلائی میں کچھ خراش آگئی تھی۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ ایک تیر زرہوں میں سے نکل کے ہاتھ تک پہونچ گیا۔ پھر خود محمل کے پاس آئے اور پوچھا "والدۂ محترمہ۔ کیسا مزاج ہے؟" فرمایا "اچھی ہوں"۔ حضرت علی نے کہا "خدا آپ کے گناہ معاف کرے" بولیں "اور تمھارے بھی"۔

عمار بن یاسر نے قریب آکے پوچھا "مادر محترم۔ آپ نے اپنے فرزندوں کے لڑنے کی شان دیکھی؟" فرمایا "میں تمھاری ماں نہیں ہوں"۔ کہا "چاہے آپ پسند نہ فرمائیں مگر میری ماں ضرور ہیں"۔ فرمایا "تمھیں فتح پر ناز ہے! مگر جس شان سے تم نے بغاوت کی تھی اُسی انداز سے فتحیاب بھی ہوئے۔ مگر میرے نزدیک خدا کی قسم جسکی یہ وضع و حالت ہو وہ فتحمند کہے جانے کا مستحق نہیں ہے"۔ مگر حضرت علی اور حضرت عائشہ دونوں دونوں طرف کے نیک نفس شہیدوں کو ناجی تسلیم کرتے تھے۔

فتح حاصل ہو جانے کے بعد حضرت علی کو آپ کی عزت و حرمت کا پورا پاس و لحاظ تھا۔ سپہگران مرتضوی میں سے کسی نے رجز میں حضرت صدیقہ کی نسبت "مادر مردانہ" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اس پر حضرت صدیقہ نے فرمایا "کاش ان الفاظ کے سننے سے بیس برس پہلے میں مرگئی ہوتی"۔ حضرت علی نے سنا تو فرمایا "اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ کاش یہ الفاظ سننے سے بیس برس پہلے میں مرگیا ہوتا"۔

ایک شقی نے آپ کو "حمیراء" کے لقب سے یاد کیا جس کا زبان پر لانا گستاخی تھا۔ کیونکہ اس محبت کے لقب سے رسول اللہ صلعم ہی آپ کی طرف خطاب فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے سنکر فرمایا "خدا تیری رسوائی کو طشت ازبام کرے۔ تیرے ہاتھ کو قطع اور تیرے ستر کو فاش کرے"۔ زوجۂ محبوبۂ رسالت کی یہ آرزو خدا نے پوری کردی۔ چند ہی روز بعد بصرے میں وہ قتل ہوا تو قتل سے پہلے کپڑے اتار لیے گئے ہاتھ کاٹا گیا اور لاش بنی ازد کے گھورے پر برہنہ ڈال دی گئی۔

رات ہوگئی تو محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ کو بصرے کے اندر لیجا کر ایک اچھی اور وسیع عمارت میں اتارا۔ اور حضرت علی نے تین دن تک میدان میں ٹھہر کے دونوں طرف کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں دفن کرایا۔ جنکی مجموعی تعداد

دس ہزار تھی - آدھے حضرت علی کی طرف کے اور آدھے حضرت عائشہ کی طرف کے۔ بعض کو اس تعداد مین اختلاف ہے - بنی ضبہ مین سے ایک ہزار مارے گئے بنی عدی مین سے ستر قاریان قرآن محمل عائشہ کے گرد مارے گئے۔ جتنے کٹے ہوے متفرق اعضا ہاتھ پاؤن وغیرہ ملے اُن سب کو اکٹھا کراکے ایک قبر مین دفن کردیا لشکر عائشہ مین جو کچھ مال و اسباب ملا اُسکو جامع مسجد مین بھیجوادیا - اور حکم فرمایا کہ جو کوئی اپنی چیز کو پہچانے لے جائے۔ بجز اسلحہ کے کہ اُنکو بیت المال مین داخل فرمادیا۔

ان کامون سے فارغ ہوکر حضرت علی بصرے مین داخل ہوے - سیدھے جامع مسجد مین گئے - اور عام لوگون سے بیعت لی - اور اُس وقت سے طلحہ و زبیر کا اثر مٹنے کے بعد اسلام مین تین فرق رہ گئے - اول شیعیان علی - یہ حضرت علی کے ہمراہ تھے - اور چاہتے تھے کہ خون عثمان سے درگذر کیا جائے۔ اور آپ پر یورش کرنیوالون سے بازپرس نہ ہو - دوسرے شیعیان عثمان - یہ جناب معاویہ کے رفیق تھے اور جوش و خروش سے دعوے کر رہے تھے کہ تمام مخالفین عثمان چن چن کے قتل کیے جائین - تیسرے قاعدین یعنی گھر مین بیٹھ رہنے والے - یہ لوگ جناب رسول خدا صلعم کی ایک پیشین گوئی کی بنا پر اس عہد کو فتنوں کا زمانہ تصور کرتے اور معتقد تھے کہ کسی جنگجو کا ساتھ دینا حرام ہے - اور نجات اُسکے لیے ہے جو کسی کا ساتھ نہ دے اور دروازہ بند کرکے گھر مین بیٹھ رہے۔

بعد ازان حضرت علی نے سامان سفر درست کرکے حضرت عائشہ اور اُن کے ہمراہیون کو محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینۂ طیبہ کی طرف روانہ فرمایا - یکم رجب ۳۶ھ کو بصرے سے روانہ ہوئین - چلتے وقت گھر سے نکل کے حضرت عائشہ نے حاضرین کی طرف خطاب کرکے فرمایا "میرے فرزندو - باہم مخالفت نہ کرو - میرے اور علی کے درمیان پیشتر سے وہ خیالات چلے آتے تھے جو کسی عورت اور اُس کے دیورون مین ہوا کرتے ہین - مگر باوجود میری ناراضی کے اُن کا شمار نیک نفس لوگون مین ہے" سنتے ہی حضرت علی بولے "خدا کی قسم انھون نے سچ کہا - بجز اسکے اور کوئی بات میرے انکے درمیان نہیں ہے - اور اس مین کوئی شک نہیں کہ یہ دنیا و آخرت مین ہمارے رسول اکرم کی بیوی ہین"

ایک میل تک رخصت کرنے والوں نے مشایعت کی۔ یہاں سے سیدھی مکۂ معظمہ میں گئیں۔ اور حج کرکے مدینے میں پہونچ کر خاموش بیٹھ رہیں۔

گذشتہ لڑائی جو حضرت عائشہ کی ہمیشہ یاد رہنے والی اونٹنی کی وجہ سے "جنگ جمل" کہلاتی ہے اُسکے دوران میں مصر و شام میں یہ واقعات پیش آئے کہ قیس بن سعد بن عبادہ جو حضرت علی کی طرف سے مصر پر حکمران تھے بڑے ہوشیار سچے اور بہادر بزرگ تھے۔ انھوں نے مصر کی عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی وہان کے ہر شہر میں اپنے آدمی بھیجکر حضرت علی کی سطوت جما دی۔ اور سب کو موافق بنا لیا۔ بجز خربتا نام ایک قصبے کے لوگوں کے جن کو حضرت عثمان کی شہادت کا بڑا ملال تھا اور اس کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اُن کا سردار یزید بن حرث نام ایک شخص تھا اور صحابیٔ رسول اللہ مسلمہ بن مخلد بھی مصر میں تھے اور وہ بھی اہل خربتا کے ہم خیال و ہم آواز تھے۔ ان لوگوں نے قیس کو لکھا کہ سب سے پہلے قاتلین خلیفۂ مظلوم سے انتقام لیجیے۔ قیس نے پہلے مسلمہ کو لکھا کہ "کیا آپ مجھ سے لڑیں گے؟ میں تو بخدا اگر شام و مصر دونوں ملک مل جائیں تو بھی آپ سے لڑنا گوارا نہ کروں گا۔" مسلمہ نے اطمینان دلایا کہ آپ میری طرف سے اندیشہ نہ کریں جب تک آپ والی ہیں میں آپ کے ساتھ ہوں۔" بعد ازاں قیس نے اہل خربتا کو اطلاع دی کہ میں تم لوگوں کو علی کی بیعت پر مجبور نہیں کرتا اور وعدہ کرتا ہوں کہ خاموش رہوگے تو تمھارا محافظ و معاون رہوں گا۔ اس کو اُن لوگوں نے قبول کرلیا اور کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا۔

مگر معاویہ کو قیس کا مصر میں ہونا سخت گراں تھا۔ ہر وقت خطرہ لگا رہتا کہ ایک طرف علی عراق پر قابض ہیں اُدھر مصر قیس کے قبضے میں ہے۔ اگر دونوں نے لڑائی چھیڑ دی تو میں آفت میں پڑ جاؤں گا۔ آخر سوچتے سوچتے یہ کارروائی کی کہ قیس کو خط بھیج کے چاہا کہ اُن کو حضرت علی سے توڑکے اپنا طرفدار بنا لیں۔ قیس نے اپنے منشے کو چھپایا اور گول گول جواب دیا۔ معاویہ نے پھر خط بھیجا کہ "صاف صاف بتاسیے۔ اور مجھے فریب نہ دیجیے۔" ساتھ ہی کچھ لالچ دلایا اور کچھ ڈرایا دھمکایا اسکے جواب میں قیس نے صاف صاف لکھ بھیجا کہ "آپ کی باتوں پر مجھے حیرت ہے

کہ لالچ اور فریب دیکے اور خوف دلاکے مجھے اُن بزرگ کی اطاعت سے خارج کراتے ہین جو سب سے زیادہ مستحق خلافت ہین۔ سب سے بڑے راستباز وحقگو ہین۔ سب سے اچھے ہادی حق ہین۔ اور سب سے بڑھ کر قرابت دار رسالت ہین اور اس شخص کا مطیع بنانا چاہتے ہین جو سب سے زیادہ غیر مستحق خلافت۔ سب سے بڑا مکار۔ سب سے بڑا گمراہ اور قرابت مین رسول اللہ صلعم سے سب سے بڑھ کے دُور ہے۔ اور مجھے آپ کے ڈرانے دھمکانے کی بھی پروا نہین ہے ؏

یہ جواب پاکر معاویہ دم بخود رہ گئے۔ مگر چالاکی سے باز نہ آئے۔ اہل دمشق پر علی الاعلان یہ ظاہر کیا کہ اس خط سے اندیشہ نہ کرو۔ قیس ہمارے بڑے دوست اور ہمارے ہی گروہ مین ہین۔ یہ صرف دکھانے کے لیے ہے۔ مخفی طور پر وہ ہم کو اپنی دوستی کا یقین دلاتے رہتے ہین۔ ہمارے دوست نہ ہوتے تو اہل خربتا سے کیسے بنتی؟" یہ کہہ کے قیس کا ایک جعلی خط بھی مجمع عام مین پڑھ کے سنادیا جس مین دوستی وہمخیالی کا اقرار تھا۔

شام سے اُڑتے اُڑتے یہ خبر عراق مین پہونچی۔ خود حضرت علی کے معتبر پرچہ نویسون اور مخبرون نے اطلاع دی۔ اور آپ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کی زبان سے جو اس کی اطلاع پائی تو اپنے فرزندون کو بھی بُلا کے مشورہ کیا کہ اس خبر پر اعتبار کیا جائے یا نہین؟" محمد بن جعفر نے کہا "شک کی بات کو مٹا ہی دینا چاہیے قیس کو معزول کر دینا ہی مناسب ہے۔" یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ قیس کا خط آیا جس مین مخالفین خربتا اور مسلمہ بن مخلد سے مزاحمت نہ کرنے کا ذکر تھا۔ مضمون سے آگاہ ہوتے ہی محمد بن جعفر بولے "اب تو یہ مناسب ہے کہ آپ اُنھین اُن لوگون سے لڑنے اور اُنھین بجبر مطیع ومنقاد بنانے کا حکم فرمائین۔ اگر اُنکے دل مین ذرا بھی کھوٹ ہے تو اس حکم پر عمل نہ کرین گے۔" حضرت علی نے فوراً اُنکو یہی لکھ بھیجا۔ اس کا قیس کے پاس سے یہ جواب آیا کہ "خربتا والون کو اُنھین لوگون کے حال پر چھوڑ دینا مناسب ہے۔ بجائے اُن سے لڑنے کے یہ اچھا ہے کہ دشمنون کے مقابلہ مین اُنسے کام لیا جائے۔" یہ خط دیکھتے ہی محمد بن جعفر نے کہا "اب تو صاف ہو گیا۔ اس سے مفر نہین کہ قیس کو معزول کر کے اُن کی جگہ محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر مقرر فرما دیجیے۔"

(محمد بن ابی بکر انکے سوتیلے بھائی تھے) حضرت علی نے اس مشورے پر عمل کیا۔ محمد بن ابی بکر روانہ حکومت لے کے گئے۔ قیس نے بے عذر مگر ناگواری کے ساتھ انھین جائزہ دے دیا۔ اور مدینے چلے گئے۔ وہان حسان بن ثابت سے جو حضرت علی کے خلاف تھے کچھ جھگڑا ہوا۔ اس پر مروان نے کچھ ایسا خوف دلایا کہ عراق مین چلے آئے اور حضرت علی کی خدمت مین حاضر ہوکر اصل حقیقت بیان کی۔ اور آپ اپنی کارروائی پر پچھتائے۔

محمد بن ابی بکر نے مصر کی حکومت ہاتھ میں لینے کے پورے مہینہ بھر بعد اہل خربتا کو اطلاع دی کہ "یا ہماری اطاعت کرو یا ہمارے علاقے سے نکل جاؤ"۔ ان لوگون نے جواب دیا کہ "یہ تو نہ ہوگا۔ علی اور معاویہ مین لڑائی چھڑی ہوئی ہے ہم دونون انجام کا انتظام کرین"۔ محمد نے اسکو نہ مانا تو وہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور محمد انکا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ پھر جب صفین کی لڑائی حکمون کے فیصلے پر اٹھ رہی تو وہ لوگ زیادہ سرکشی کرنے لگے۔ محمد بن ابی بکر نے دو سردارون کو فوج کے ساتھ یکے بعد دیگرے انکے مقابلے پر بھیجا اور دونون مارے گئے۔

اسی اثنا مین عمرو بن عاص جو ارض فلسطین مین خاموش بیٹھے زمانے کی نبض دیکھ رہے تھے۔ آکے جناب معاویہ سے مل گئے۔ جن کی رفاقت سے انکی سیاسی قوت اور بڑھ گئی۔ حضرت علی نے جریر بن عبداللہ کو جو حضرت عثمان کے عہد سے ہمدان کے حاکم تھے بلوا کے اپنے سفیر کے طور پر جناب معاویہ کے پاس بھیجا۔ معاویہ نے ٹالا اور چند روز تک انھین روک رکھا جس درمیان مین عمرو بن عاص شرحبیل بن سمط کندی اور دیگر ذی رائے مشیرون سے مشورہ کیا۔ اور آخری رائے یہی قرار پائی کہ اہل شام کو حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینے پر ابھارا جائے۔ اور حضرت علی سے مقابلہ کیا جائے۔ اور آخر جریر یہ جواب لائے کہ "وہان کے لوگ آپ کو قتل عثمان کا الزام دیتے ہین اور آپ سے لڑنے کو تیار ہین۔ اور کہہ رہے ہین کہ جب تک آپ کو قتل نہ کرلین گے لڑائی سے دست بردار نہ ہونگے"۔ اس پر جریر اور اشتر مین سخت کلامی ہو گئی۔ اور چند ہی روز بعد جریر جاکے معاویہ سے مل گئے۔

اب حضرت علی کوفے سے زبردست لشکر لے کے روانہ ہوے کہ معاویہ کے فتنے کی اصلاح کریں - یہ خبر معاویہ کو ہوئی تو وہ بھی شام کا لشکر لے کر چل کھڑے ہوے اور رقہ میں فرات کے پار ہوکر اُس کے کنارے کنارے کوچ کر رہے تھے کہ مقام سور الروم میں دونوں طرف کی فوج طلیعہ کا سامنا ہوا - معاویہ کے سردار طلیعہ ابوالاعور سلمی تھے اور حضرت علی کی جانب زیاد اور شریح - دونوں نے حریف کا سامنا ہوتے ہی حضرت علی کو اطلاع کی اور آپ نے اشتر کو سردار بنا کے روانہ فرمایا اور تاکید کی کہ بغیر اتمام حجت کیے لڑائی نہ چھیڑنا - اشتر پہونچے - اہل شام ہی کی طرف سے لڑائی کا آغاز ہوا - اور دو روز عرصۂ کارزار گرم رہا تھا کہ خود حضرت علی پورے لشکر کے ساتھ پہونچ گئے - ابوالاعور نے اپنے کو کمزور پایا تو واپس جا کے معاویہ کو خبر کی -

معاویہ نے بڑھ کے فرات کے کنارے صفین نام ایک مقام میں اس وضع سے پڑاؤ ڈالا کہ حضرت علی پہونچے تو آپ کو ٹھہرنے کے لیے اچھی جگہ اور دریا کا کنارہ نہ ملتا تھا - ایک مناسب مقام پر آپ اُترپڑے مگر پانی ملنے کی دشواری تھی - لہذا معاویہ کے پاس پیام گیا کہ ہمارے لیے پانی کا راستہ چھوڑ دیا جائے - ولید بن عقبہ وغیرہ متعصب شیعیان عثمان نے کہا "اِن کو پانی نہ دیا جائے - اور جس طرح انھوں نے عثمان کو پیاسا مارا ہے انھیں بھی پیاسا مارا جائے" عمرو بن عاص اسکے خلاف تھے مگر ہوا یہی کہ حضرت علی کا سفیر بغیر کسی جواب کے ٹال دیا گیا اور پانی کے راستے کی روک اور زبردست کر دی گئی - مجبوراً حضرت علی نے پانی کا راستہ کھولنے کے لیے لڑائی چھیڑ دی - یہ پہلی لڑائی بہت سخت تھی - پہلے معاویہ کی طرف سے اکیلے ابوالاعور تھے - پھر یزید بن اسید بجلی اور عمرو بن عاص بھی پہونچ گئے - حضرت علی کی طرف سے پہلے اشعث بن قیس تھے بعد ازاں شبث بن ربعیؓ ریاحی اور اشتر بھی پہونچے - آخر بہادران مرتضوی نے اہل شام کو ہٹا کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا - مگر حضرت علی نے دشمنوں کو پانی سے نہیں روکا -

اسکے بعد دو روز خاموشی رہی - اسی اثنا میں ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو گیا اور حضرت علی کی ایک سفارت اتمام حجت کے لیے معاویہ کے پاس گئی - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت

کلامی بڑھی اور زیادہ کشیدگی کے کچھ نہ ہوا۔ اور معرکہ آرائی ہونے لگی۔
آغاز جنگ مین دونون محترم حریفوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ چھوٹے چھوٹے لشکر میدان مین جاتے اور لڑ بھڑ کے واپس آتے تاکہ عام خونریزی کے بغیر فیصلہ ہو جائے۔ حضرت علی کی طرف سے اکثر اشتر اور کبھی کبھی حجر بن عدی۔ شبث۔ خالد بن معمر۔ زیاد بن نضر۔ زیاد بن خصفہ۔ سعید بن قیس۔ معقل بن قیس قیس بن سعد معرکہ آرائی کرتے۔ اس کے مقابل معاویہ کی طرف سے عبدالرحمن بن خالد بن ولید ابوالاعور سلمی۔ حبیب بن مسلمۂ فہری۔ ذوالکلاع حمیری۔ عبیداللہ بن عمر بن الخطاب شرجیل بن سمط کندی۔ اور حمزہ بن مالک ہمدانی نکلا کرتے۔ ان چھوٹی چھوٹی لڑائیون کا سلسلہ مدت تک جاری رہا جو روزانہ ہوتین بلکہ کبھی دن مین دوبار بھی لڑائی ہو جاتی۔
اسی دوران مین سنہ ۳۶ھ ختم اور سنہ ۳۷ھ شروع ہوا۔ نئے سال کے پہلے مہینے محرم مین لڑائی ملتوی رہی۔ اس لیے کہ قاصد دوڑ رہے تھے اور صلح کی اُمید تھی۔ آخر پہلے حضرت علی نے اور اس کے بعد معاویہ نے اپنی اپنی سفارتین بھیجین مگر انجام کچھ نہ ہوا۔ یہ لوگ حضرت علی کے فضائل بیان کرکے آپ کا استحقاق خلافت ظاہر کرتے اور طلحۂ و زبیر کا انجام بیان کرکے خوف دلاتے۔ اور معاویہ اور اُن کے خاندان کی بُرائیان بیان کرتے۔ اُدھر سے کہا جاتا کہ "خون عثمان کا انتقام لینا ضروری ہے۔ اگر علی اپنی برأت ظاہر کرتے ہین تو اُن لوگون کو ہمارے حوالے کر دین جو عثمان پر نرغہ اور بلوہ کرکے چڑھ گئے تھے"۔ بلکہ معاویہ کی سفارت کا انجام نہایت سخت کلامی اور بدمزگی پر ہوا۔ معاویہ کے قاصدون نے پوچھا "اسکو آپ مانتے ہین کہ عثمان مظلوم مارے گئے؟" حضرت علی نے فرمایا "مین نہ یہ کہتا ہون کہ وہ مظلوم مارے گئے اور نہ یہ کہ وہ ظالم مارے گئے؟" سفیرون نے کہا "تو جس کا یہ خیال نہ ہو کہ وہ مظلوم مارے گئے ہمین اُس سے کچھ علاقہ نہین"۔ اور واپس گئے۔
آخر حضرت علی نے پھر کہلا بھیجا کہ "تم لوگ براہ راست پر نہین آتے تو مین لڑائی پر مجبور رہون"۔ اور لڑائی کی تیاریان ہونے لگین۔ اب جو سلسلۂ خونریزی شروع ہوا تو پہلے دن اشتر اور حبیب اپنی اپنی فوجون کے ساتھ دن بھر لڑ کے واپس

واپس آئے۔ دوسرے روز دن بھر ہاشم بن عتبہ اور ابو الاعور لڑے اور واپس آئے۔ تیسرے روز عمار بن یاسر اور عمرو بن عاص کا سامنا ہوا۔ پہلے دونوں نے ایک دوسرے پر زبانی حملے کیے۔ پھر میدان دار و گیر گرم ہوا۔ جس میں عمار کے لشکر نے عمرو کے ساتھیوں کو پیچھے ڈھکیل دیا تھا مگر شام ہونے کے باعث لڑائی رک گئی۔ چوتھے دن حضرت علی کے فرزند محمد بن حنفیہ اور حضرت عمر کے صاحبزادے عبید اللہ کا سامنا ہوا۔ جس میں دونوں نے ایک دوسرے کو مقابلے پر بلایا۔ اور دونوں نے بے نظیر شجاعت دکھائی مگر عبید اللہ نے محمد کو دبا لیا تھا۔ بیٹے کو خطرے کی حالت میں دیکھا تو خود حضرت علی جا پہونچے اور بیٹے کو بچا لائے۔ پانچویں روز عبد اللہ بن عباس اور ولید بن عتبہ ایک دوسرے کے مقابل ہوے۔ چھٹے روز قیس ابن سعد اور ذو الکلاع حمیری کا سامنا ہوا۔ ساتویں روز اشتر اور حبیب بن سلمہ نے مقابلہ کرکے داد شجاعت دی۔ جب پورا ہفتہ گذر گیا اور فیصلہ نہ ہوا تو حضرت علی پوری قوت سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوے۔

صبح ہوتے ہی دونوں زبردست اور پرجوش لشکر دو پہاڑوں یا دو سمندروں کی طرح ٹکرائے۔ مگر دن بھر جان بازی و جان ستانی کرنے پر بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ چنانچہ شام ہوئی اور دونوں اپنے پڑاؤ میں واپس آئے۔

اب صفین کے قیامت خیز معرکے کا دن آگیا۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ حضرت علی نے منہ اندھیرے نماز فجر پڑھی اور نکلے۔ سب سے پہلے حضرت علی کے میمنہ نے حملہ کیا۔ اور ہٹا کے خود معاویہ کے خیمے تک جا پہونچا۔ اور وہاں ان بہادران شام کا مقابلہ ہوا جنھوں نے جانیں دینے پر حلفیں اٹھائی تھیں۔ اور بہادران مرتضوی کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ساتھ ہی حضرت علی کی قلب اور میسرہ کی فوجوں کو بھی شکست ہو گئی۔ آخر آپ نے بہ نفس نفیس حملہ کیا۔ اور شام والے آپ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے اس موقع پر اعلیٰ ترین کمال شجاعت دکھا دیا۔ لڑتے جاتے تھے اور اپنے لوگوں کو للکار للکار کے سنبھالتے اور لڑاتے جاتے تھے۔

اسی حال میں آپ نے اشتر کو بھیجا کہ پسپا ہونے والوں کو حوصلہ دلا کے بڑھائیں۔ انھوں نے بھی جوش و خروش سے معرکہ آرائی کی اور لوگوں کو لڑائی

کی طرف پھیرا تو شام والے پسپا ہوے مگر اسی حرب و ضرب میں نامور بہادران مرتضوی میں سے زیاد بن نضر۔ جندب بن زہیر اور ابن ہذیل مارے گئے۔ اور آپ کے کئی علمبرداروں نے بھی جانیں دیں۔ اب شام والوں کی طرف سے دوبارہ یورش ہوئی اور پھر کوفہ والے رفقاے مرتضوی پسپا ہو گئے۔ لیکن بہادران عراق نے پھر سرکف ہو کے اپنے کو سنبھالا۔ اس موقع پر لوگوں نے غیر معمولی بہادریاں دکھائیں اور اپنے جسمانی نقصانوں پر فخر و ناز کرنے لگے۔ کسی کو آنکھ جانے پر ناز تھا کسی کو ٹانگ اُڑ جانے پر۔ اس معرکے میں معاویہ کی طرف والوں میں سے حضرت عمر کے فرزند عبید اللہ اور ذوالکلاع حمیری مارے گئے

اب عمار میدان میں آئے۔ نوّے برس کی عمر۔ رعشے سے کانپنے والے ہاتھ میں تلوار۔ اور میدان میں کھڑے تقریر کر رہے ہیں کہ "میں حق پر لڑ رہا ہوں"۔ اُدھر اپنے پرائے ہر ایک کو یقین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے "جو انکو مارے گا باغی اور ظالم ہے"۔ لہذا کسی کو اُن پر حربہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ حضرت رسول اکرم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "عمار کی آخری غذا پانی ملا دودھ ہو گا"۔ آخر لڑتے لڑتے زخمی ہو اور پکارنے لگے "میری پچھلی غذا لاؤ"۔ کسی پینے پانی ملے دودھ کا پیالہ دیا۔ اُسکو چڑھایا اور جان دے دی۔ ابوالغادیہ نام ایک شخص نے انکو قتل کیا۔ اور ابن حوی سکسکی نے سر کاٹا۔ جیسے سجاے اسلئے کہ کچھ انعام ملے عمرو بن عاص نے کہا "اسے تو کامیابی نہ سمجھ بلکہ تو نے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا"۔ عمار کے مارے جانے اور حدیث نبوی کے خیال سے معاویہ کے لشکر میں سخت تشویش پیدا ہوئی۔ اور ہر شخص کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہم حق پر نہیں ہیں۔ جسکو معاویہ نے یہ کہکر مٹا دیا کہ "ہم نے عمار کو قتل نہیں کیا بلکہ اُس شخص نے قتل کیا جو اُنھیں میدان میں لایا۔ اور جس نے اُنھیں قتل گاہ میں بھیجا"۔

عمار کے مارے جاتے ہی حضرت علی خود میدان میں آئے اور معاویہ کو پیام دیا کہ "مسلمانوں کو کیوں کٹواتے ہو؟ آؤ ہم تم بالذات مقابلہ کر کے فیصلہ کر لیں"۔ مگر معاویہ کو مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اسکے بعد ہاشم بن عتبہ نے حضرت علی کی طرف سے حملہ کیا اور بہتوں کو مار کے

غیر معمولی بہادری دکھا کے مارے گئے۔ پھر اسی طرح عبداللہ بن کعب نے جان دی۔ محمد بن حنفیہ نے بڑا زبردست حملہ کیا۔
آخر رات ہوگئی۔ مگر بہادروں کے دلوں کا حوصلہ ویسا ہی باقی تھا۔ اندھیرا ہو جانے پر بھی اُسی طرح لڑ رہے تھے۔ ساری رات قیامت حرب بپا رہی۔ صبح تک تلواروں اور ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ چونکہ اس آواز کو عربی میں "ہریر" کہتے ہیں اس لیے اس رات کا نام "لیلۃ الہریر" مشہور ہوگیا۔ حضرت علی رات بھر کبھی میمنہ پر ہوتے اور کبھی میسرہ پر۔ ہر گروہ کے پاس جا کے اُس کا حوصلہ بڑھاتے۔ اشتر کو بھی شام سے صبح تک برابر حملہ کرتے اور جانبازی کا جوہر دکھاتے گذری۔ اپنے بہادروں سے کبھی کہتے "نیزے کی زد پر رہو" کبھی کہتے "ایک کمان سے زیادہ فاصلہ تم میں اور دشمنوں میں نہ رہے"۔ لڑنے والوں میں سے نہ کسی کے ہاتھ میں قوت باقی تھی نہ قدم میں۔ مگر اشتر کے نعروں نے اعضا کو سُن کر کے بےحس بنا دیا تھا کہ لڑے جاتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں۔
جب صبح کو بھی لڑتے لڑتے پہر دن چڑھ گیا تو اشتر طیش میں آ کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور تمام ساتھ والوں کو جوش دلا کے زور سے حملہ کیا۔ آخر اُن کا علمبردار مارا گیا۔ اور ہمراہیوں سے کمزوری ظاہر ہوئی۔ حضرت علی نے اور کمک بھیج دی۔ جس کے پہونچتے ہی رنگ بدل گیا۔ اور نظر آنے لگا کہ شام والوں کو شکست ہوا چاہتی ہے۔ اس حالت کو عمرو بن عاص نے محسوس کیا۔ دوڑ کے معاویہ کو خبر کی۔ اور کہا "اب بجز اسکے کوئی تدبیر نہیں ہے کہ ہم قرآنوں کو جھنڈوں اور نیزوں میں باندھ کر بلند کریں اور غل مچائیں کہ بس کلام اللہ ہی ہمارے تمھارے درمیان حکم ہے"۔ فوراً اس پر عمل کیا گیا اور اُسی وقت نتیجہ بھی ظاہر ہوگیا۔
حضرت علی کی طرف قاریان قرآن کا بہت بڑا گروہ تھا۔ اُنھوں نے جو قرآن کو سامنے دیکھا اور شام والوں کے نعرے سُنے تو غل مچایا کہ "کتاب اللہ کو قبول کرنا چاہیے"۔ حضرت علی نے فرمایا "یہ اِن لوگوں کا فریب ہے۔ میں ان سب کو اول سے دیکھتا رہا ہوں۔ اگر قرآن پر عمل ہوتا تو ہمارے خلاف کیوں ہوتے؟" اُن لوگوں نے کہا "وہ کیسے ہی ہوں۔ مگر ہمارا کام نہیں کہ قرآن کی طرف بلانے

جائیں اور نہ مانیں۔" آپ نے پھر سمجھایا۔ اُن کا اصرار اور بڑھا۔ نوبت یہان تک پہونچی کہ قاریون کے گروہ نے سختی کے ساتھ کہا" لڑائی کو روکیے ورنہ ہم آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کرین گے جو عثمان کے ساتھ کر چکے ہین۔" اب اس کا کچھ جواب نہ تھا۔ فرمایا" میرا کہنا نہین مانتے تو جو کہو کرون۔" کہا" اشتر کو بلائیے۔" یزید بن ہانی اُنکے لانے کو بھیجا گیا۔ اشتر کو فتح کا یقین تھا۔ بجاے آنے کے کہلا بھیجا" بھلا یہ میدان سے قدم ہٹانے کا وقت ہے؟" اِس اثنا مین بہادران مرتضوی نے پھر نعرے لبند کر کے حملہ کیا۔ اور ساتھ ہی یزید اشتر کا پیام لایا تو اُن گستاخ متقاضیان صلح نے کہا "معلوم ہوتا ہے آپ ہی نے حملہ کا حکم دیا تھا۔" حضرت علی نے فرمایا" مین نے تو یزید سے جو کچھ کہا تمھارے سامنے کہا اور کوئی سرگوشی نہین کی۔" وہ لوگ بولے" تو پھر فوراً اشتر کو بلوائیے۔ ورنہ ہم آپ کو خلافت سے معزول کر دین گے۔" اب یزید پھر اشتر کے بلانے کو گیا۔ اور اشتر نے اب بھی آنے مین تامل کیا تو کہا" اگر آپ نے دیر لگائی تو علی کو زندہ نہ پائیے گا۔" اور ساری سرگذشت بیان کی۔

مجبور ہو کر اشتر میدان سے واپس آئے۔ اور آتے ہی اُن لوگون کو اس طرح لعنت ملامت کرنے لگے کہ باہم لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اور حضرت علی نے ڈانٹ کے پشکل لوگون کو الگ کیا۔ اور آخر یہی ہوا کہ آپ نے اہل شام کی درخواست قبول کی۔ اور آپ کی طرف سے اشعث بن قیس بھیجا گیا کہ جناب معاویہ سے مل کر پوچھے کہ "آپ نے قرآن کو کیوں لبند کیا ہے؟ اور کیا چاہتے ہین؟" تھوڑی دیر کے بعد وہ جواب لایا کہ" فیصلہ قرآن پر اُٹھا رکھا جائے۔ ہم دونون اپنی اپنی مرضی کے مطابق ایک ایک شخص کو پنچ منتخب کرین۔ وہ دونون کتاب اللہ کی رُو سے ہمارا فیصلہ کر دین۔" قبل اسکے کہ حضرت علی کچھ فرمائین سب نے غل مچایا" ہمین منظور ہے۔ اور ہم اسپر راضی ہین۔"

جب لڑائی رُک گئی اور یہ شرط منظور ہو گئی تو معاویہ نے اپنا پنچ عمرو بن عاص کو مقرر کیا۔ ساتھ ہی ابن اشعث اور اور لوگون نے کہا" اور ہم اپنا پنچ ابو موسیٰ اشعری کو منتخب کرتے ہین۔" حضرت علی اس پر چونک پڑے اور فرمایا" پہلے تم نے میرا کہنا نہ مانا تو نہ سہی۔ اس بارے مین ضد نہ کرو۔ ابو موسیٰ اس کام کے لیے مناسب

نہین ہین - اشعث اور مسعر فدکی نے کہا "ہم تو بجز ابو موسیٰ کے کسی کو نہ مانین گے۔ انھون نے پہلے ہی ہمین اس فتنے سے ڈرا دیا تھا۔ ہم نے نہ مانا اور اس مین مبتلا ہو گئے۔" ابو موسیٰ کی نسبت معلوم تھا کہ قاعدین مین ہین - لہذا حضرت علی نے فرمایا "ان پر بھروسہ نہین ہو سکتا - وہ میرے خلاف ہو گئے اور لوگون کو میرے خلاف کر دیا تھا۔ پھر بھاگ کھڑے ہوے - کئی مہینے بعد ان کو امان دی گئی - مین عبداللہ بن عباس کو منتخب کرتا ہون۔" انھون نے کہا "ہم نہ آپ کو مانتے ہین نہ ابن عباس کو۔ ہم تو ایسے کو چاہتے ہین جو غیر جانبدار ہو - اور آپ کو اور معاویہ کو ایک نظر سے دیکھتا ہو۔" آپ نے اشتر کا نام لیا - انھون نے کہا "خوب - اور یہ ساری آفت کس کی لائی ہوئی ہے؟" آخر کمال بے بسی سے حضرت علی نے ابو موسیٰ کو پنچ قبول کیا - اور وہ ایک گاؤن سے جہان خاموش بیٹھے رہے تھے بلوائے گئے - آخر عمرو بن عاص آئے اور ۱۳ - صفر ۳۷ھ کو یہ معاہدہ تحریر ہوا "بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ وہ معاملہ ہے جس پر فیصلہ کیا علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے - علی نے اہل کوفہ اور ان کے ساتھ والون کی طرف سے اور معاویہ نے شام اور انکے ہمنواؤن کی طرف سے - یہ کہ کتاب اللہ اول سے آخر تک ہمارے درمیان ہے - جس بات کو وہ زندہ کرے ہم زندہ کرینگے اور جس چیز کو وہ مٹائے اسے ہم مٹائین گے - لہذا دونون پنچ جو ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص ہین جس بات کو کتاب اللہ مین پائین اس پر عمل کرین اور کتاب اللہ مین نہ پائین تو ایسی سنت پر عمل کرین جو عدل کے ساتھ اتفاق کرانے والی ہو نہ تفرقہ ڈالنے والی۔" اس پر دونون طرف کے بڑے بڑے لوگون کی شہادتین ثبت ہوئین - اور قرار پایا کہ یہ دونون پنچ آیندہ رمضان مین شام و عراق کے درمیان مقام اذرح مین جمع ہو کر فیصلہ کر دین - اور اگر ضرورت ہو تو تاریخ کو بڑھا بھی سکتے ہین -

تکمیل معاہدہ کے بعد دونون پنچون نے حضرت علی اور جناب معاویہ اور دونون طرف کی فوجون سے اقرار کرایا کہ ان دونون کے اور ان کے اہل و عیال کے لیے امان ہے - اور وہ جو فیصلہ کر دین گے اس مین امت محمدی ان کی پشت پناہ رہے گی - پھر انھون نے خود اقرار کیا کہ "ہم عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ) اور عمرو بن

عاص خدا کو درمیان مین دے کر اقرار کرتے ہین کہ امت محمدی کے درمیان فیصلہ کر دینگے لڑائی نہ ہونے دین گے تفرقہ نہ پڑنے دین گے۔ بجز اس صورت کے کہ ہمارے فیصلے کی مخالفت کی جائے۔"

لیکن حضرت علی کے لشکر مین کچھ ایسے سرکش اور دغا باز لوگ جمع تھے کہ بات بات پر بگڑتے۔ اور اپنے خود رائی کے جوش مین نہ حضرت علی کی سنتے نہ اور کسی کی۔ جنگ صفین کو جس بیہودگی سے انھون نے ختم اور حضرت علی کو مجبور کرکے ناکام کرایا ظاہر ہے۔ پھر جس شرارت سے انھون نے زبردستی بے سوچے سمجھے ابو موسیٰ اشعری کو پنچ مقرر کرایا اُس مین بھی اُنھون نے نالایقی اور شرارت کی کوئی کسر اُٹھا نہین رکھی۔ اب اُنھون نے ایک تیسرا فتنہ پیدا کیا جس نے قیامت تک کے لیے اسلام مین رخنہ ڈال دیا۔ اشعث بن قیس مذکورہ معاہدے کو عام اطلاع کے لیے لشکر مرتضوی مین لوگون کو سناتا پھرتا تھا کہ یکایک عروہ بن اذنیہ نے بگڑ کے کہا "خدا کے معاملے مین تم نے انسانون کو پنچ بنایا" یہ کہہ کے آیۂ کریمہ "اِنِ الحُکمُ اِلّا للّٰہ" پڑھی اور اشعث کے گھوڑے پر تلوار کا وار کیا۔ لوگ بیچ مین آگئے اور اُسے مار کے ہٹایا۔ مگر اُسی گھڑی سے لشکر مرتضوی مین ایک نیا گروہ پیدا ہو گیا جو کہتے تھے کہ بجز خدا کے کسی کی اطاعت نہ کرنی چاہیے۔ اور جن لوگون نے انسانون کو حَکم بنایا چاہے علی ہون یا معاویہ سب کافر ہو گئے۔ مذکورہ آیت کو اُنھون نے اپنا شعار قرار دیا۔ جس کے نعرے مارتے ہی آیت اپنے جھنڈے پر لکھی۔ اور حضرت علی کے دشمن ہو گئے۔

یہان تک کہ جب حضرت علی میدان صفین سے پلٹے تو اُنھون نے آپ کا ساتھ چھوڑ کے دوسری راہ اختیار کی۔ آپ کوفے مین تشریف لائے۔ اور اُن سب نے مقام حروراء مین جا کے پڑاؤ ڈال دیا۔ ان لوگون کا شمار بارہ ہزار آدمیون کا تھا۔ اور سب آپ کے لشکر سے اور آپ ہی کے شیعون سے ٹوٹ کے علیحدہ ہوے تھے۔ حروراء مین پہنچتے ہی اُن کے نقیب نے اعلان کیا کہ "لوگو۔ شبث بن ربعی ہمارے امیر جنگ مین اور عبد اللہ بن کوا یشکری امیر نماز۔ فتح کے بعد شوریٰ ہوگی یعنی کونسل کی حکومت ہوگی۔ بیعت صرف اللہ جل شانہ کے ہاتھ پر ہے۔ اور قرآن کے اوامر و نواہی کی پابندی فرض ہے۔"

حضرت علیؑ نے ان لوگون کی اصلاح کے لیے عبداللہ بن عباس کو بھیجا اور تاکید کردی کہ جب تک مین نہ آؤن نہ اُن سے گفتگو کرنا نہ لڑنا - مگر اُن سے منضبط نہ ہوسکا اور اُن لوگون سے بحث چھیڑ دی - چنانچہ اُن سے کہا " تمھین پنچون کے تقرر سے کیون اختلاف ہے ؟ خود اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے اَن یُرِیدَا اصلاحاً یوفق اللہ عنہما " انھون نے کہا " یہ اُن امور کے بارے مین ہے جن کا فیصلہ خدا نے خود انسان پر چھوڑا ہے - جن امور مین صریح نص موجود ہے انکے بارے مین نہین - چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اُس مین انسان کو غور و خوض کرنے کا حق نہین ہے - جب خدا نے صریح طور پر فرمادیا کہ اِنِ الحکم الا للّٰہ تو پھر کسی کو حَکَم بدنا کہان جائز رہا ؟ " ابن عباسؓ نے کہا " اور خدا فرماتا ہے " یحکم بہ ذوا عدل منکم " ان لوگون نے اس کا بھی وہی جواب دیا - اور پھر تعریضاً کہنے لگے " تمھارے نزدیک تو سب سے بڑے عادل عمرو بن عاص ہین جو کل ہم سے لڑ رہے تھے - تم نے خدا کے معاملے مین انسانون کو پنچ بنایا - معاویہ کے بارے مین یہ حکم ہے کہ لڑو اور پلٹ آؤ - مگر تم نے اپنے اُن کے درمیان ایک اقرارنامہ لکھا - حالانکہ سورۂ براءۃ نازل کرکے خدا نے مسلمانون اور حربیون کے درمیان باہمی اقرار کو قطع کردیا - بجز اسکے کہ اُن سے جزیہ لیا جائے "

بعد ازان حضرت علیؑ پہونچے اور اس مباحثے کا حال سُنا تو ابن عباسؓ سے ناراض ہوے - اور مخالفون سے گفتگو کے لیے کسی کو بُلوایا - ابن کوّا آیا - اور اپنی مخالفت کی یہ وجہ بتائی کہ " آپ نے انسانون کو پنچ بنایا " آپ نے فرمایا " اوّل تو یہ تمھارا ہی کیا ہوا ہے - مین بالکل اسکے خلاف تھا - علاوہ برین مین نے شرط لگادی ہے کہ پنچ قرآن کی رو سے فیصلہ کرین - اسکے خلاف ہوا تو ہم نہ مانین گے " ابن کوّا نے کہا " مسلمانون مین خون ریزی ہونے کے معاملے مین انسانون کے پنچ بنانے کو آپ جائز سمجھتے ہین ؟ " ارشاد ہوا " تو جب ہم نے انھین پنچ بنایا ہو ؟ ہم نے تو قرآن کو منحصر علیہ قرار دیا ہے - اور قرآن ایک کتاب ہے جو دو دفتون کے درمیان ہے - وہ تو نہین بولتی بلکہ انسان اُس سے گویا ہوتے ہین " اسکے بعد کچھ اور گفتگو رہی - بعد ازان حضرت علیؑ نے اُنھین سمجھا بجھا کے کوفے مین آنے کی ہدایت فرمائی اور واپس تشریف لے گئے - وہ بھی کوفے مین آئے اور

جھگڑا بظاہر مٹ گیا۔ مگر خوارج کا بیان اسکے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہین کہ حضرت علی نے اپنے کو گنہگار تسلیم کر کے توبہ کرنے کا وعدہ کر لیا جس پر وہ لوگ مخالفت سے باز آگئے۔ مگر اُن کا یہ بیان بالکل بے اصل اور لغو ہے۔

اب دونون پنچون کے فیصلے کا زمانہ آگیا۔ اذرح مین دونون پنچ دونون جانب کے بہت سے لوگ اور بڑے بڑے معزز مین صحابہ خلافت کا فیصلہ سُننے کے لیے جمع ہوے۔ فیصلہ سُنانے سے پہلے ابو موسیٰ اور عمرو تنہا ملے۔ عمرو نے ابو موسیٰ کو معاویہ کی جنبہ داری پر آمادہ کرنا چاہا۔ ابو موسیٰ نے سخت مخالفت کی اور کہا "مین دونون کو خلافت سے جدا کر کے کسی اور کو منتخب کرنا پسند کرتا ہون"۔ عمرو نے کہا "تو پھر میرے بیٹے عبداللہ کو منتخب کیجیے جو نہایت نیک نفس اور عابد زاہد ہے"۔ ابو موسیٰ نے کہا "اُسکی نیکی مین شک نہین مگر آپ کے تعلق نے اُسے مشتبہ کر دیا ہے۔ میرے نزدیک تو ہمین معاویہ و علی دونون سے خلافت کو لے لینا چاہیے۔ پھر مسلمانون کو اختیار رہے کہ از روے شوریٰ جس کو چاہین خلیفہ منتخب کر لین"۔ عمرو نے اسکی تائید کی۔ اور اسی پر دونون کا اتفاق ہو گیا۔

اب وقت آیا کہ یہ فیصلہ مجمع عام کے سامنے سنایا جائے۔ عمرو نے ابو موسیٰ سے کہا "تو آپ فیصلہ سُنا دیجیے"۔ ابو موسیٰ سُنانے کو کھڑے ہوے۔ حضرت ابن عباس کو کچھ خدشہ نظر آیا۔ ابو موسیٰ سے کہا "پہلے آپ اپنا فیصلہ نہ سُنائین بلکہ عمرو بن عاص کو پہلے کھڑا کیجیے"۔ ابو موسیٰ نے سماعت نہ کی اور اپنا مذکورۂ بالا فیصلہ سُنا دیا۔ اُن کے بعد عمرو بن عاص نے اُٹھ کر کہا "حضرات۔ آپ نے ابو موسیٰ کا فیصلہ سُنا جو اپنے موکل علی کو خلافت سے محروم کرتے ہین۔ مگر مین اپنے موکل معاویہ کو مسند خلافت پر برقرار رکھتا ہون۔ اس لیے کہ وہ عثمان مظلوم کے ولی، اُن کے خون کے طالب، اور اُن کی جانشینی کے سب سے زیادہ اہل ہین"۔

یہ سنتے ہی سب دنگ رہ گئے۔ ابو موسیٰ نے غل مچایا کہ مجھے فریب دیا گیا۔ اور ایک ایک سے پوچھتے تھے کہ مین اس آفت سے کیونکر بچ سکتا ہون؟ مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ عبداللہ بن عمر نے کہا "واہ۔ اُمت کے معاملات کا کیا خوب انجام ہوا ہے"؟ عبدالرحمن بن ابی بکر بولے "کاش ابو موسیٰ آج کے دن سے پہلے مر گئے ہوتے"۔

ہرحال پنچایت کے فیصلے کا یہ انجام ہوا کہ ابوموسیٰ دونون طرف سے مورد الزام بنے اور مکے مین بھاگ کے اپنی جان بچائی۔ عمرو بن عاص نے معاویہ کو جاکر خلافت کی مبارک باد دی اور وہ اُسی گھڑی سے خلیفہ بن گئے۔ حضرت علی نے یہ کہکر کہ فیصلہ قرآن کی رُو سے نہین ہوا اور اسکی بنا بدنیتی پر تھی اسکو قبول نہ کیا۔ اور معاویہ کی کارروائی سے اس قدر ناراض و برافروختہ تھے کہ صبح کی نماز مین قنوت کے طور پر معاویہ، عمرو بن عاص، ابوالاعور، حبیب بن سلمہ، عبدالرحمن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید پر لعنت بھیجنے لگے۔ اس کی خبر معاویہ کو ہوئی تو یہی طرز عمل انھون نے حضرت علی، ابن عباس، حسن، حسین، اور اشتر کے بارے مین اختیار کیا۔ اور دنیا مین تبرے بازی کی بنیاد پڑ گئی۔

حروراء والے خوارج کا زور بظاہر ٹوٹ گیا تھا مگر پنچون کے فیصلے سے پہلے ہی پھر چمک اُٹھا۔ لوگ اذرح مین فیصلہ سننے کو جا رہے تھے کہ زرعہ اور حرقوص جو حضرت علی کے شیعون مین سے تھے آپ کے سامنے آئے اور نعرہ لگایا "ان الحکم الا للہ" یہی فقرہ حضرت علی نے بھی سُن کر دوہرا دیا۔ حرقوص نے کہا "اس پنچایت کو چھوڑیے اپنے گناہ سے توبہ کیجیے۔ اور ہمین ساتھ لے کر دشمنون کے مقابلے پر چلیے" ارشاد ہوا "مین خود ہی اس پنچایت کو نہین قبول کرتا تھا۔ مگر تم نے نہ مانا۔ لیکن اب ایک معاہدہ ہو گیا تو اُس کی پابندی فرض ہے۔ خدا فرماتا ہے اوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم"۔ حرقوص نے کہا "مگر یہ تو ایک گناہ تھا جس سے آپ کو توبہ کرنی چاہیے"۔ فرمایا "گناہ نہ تھا بلکہ میری رائے کی کمزوری تھی"۔ اس پر بگڑ کے زرعہ بولا "اگر آپ پنچایت سے دست بردار نہ ہوے تو خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے مین آپ سے لڑون گا"۔ اس پر آپ کو طیش آگیا اور فرمایا "کمبخت ڈر۔ مجھے تو مقتول پڑا نظر آتا ہے اور ہوائین جھونکے تیری لاش پر خاک ڈال رہے ہین"۔ اُس نے کہا "یہی تو میری آرزو ہے"۔

اس کے بعد دونون شخص ان الحکم الا للہ کے نعرے لگاتے ہوے چلے گئے اب لکایک نظر آیا کہ جیسے کوفہ اس خیال والون سے بھرا ہوا ہے۔ ہر طرف سے یہی نعرے سُنے جاتے۔ اور لوگ شہر مین جابجا یہ نعرے لگاتے پھرتے۔ آخر ایک روز آپ نے جامع کوفہ مین منبر پر کھڑے ہو کر کہا "اللہ اکبر۔ کلمۂ حق جس سے باطل کا فائدہ

اُٹھا یا گیا۔ یہ نعرے لگانے والے خاموش رہے تو ہم چشم پوشی کرینگے۔ بولے تو بحث کرینگے۔ اور مقابلے پر آئے تو لڑینگے۔" مگر حالت یہ تھی کہ آپ تقریر فرما رہے تھے اور مسجد کے اندر ہر جانب سے "اِنِ الحکم الا للہ" کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اور جیسے ہی آپ نے تقریر ختم کی یزید بن عاصم محاربی چمک کے اُٹھا اور اپنی نیک نفسی وخلوص نیت کا اظہار کرکے بولا "علی۔ تم ہمیں قتل کی دھمکی دیتے ہو! اس دھمکی کو ہم عنقریب تمہیں پر اُلٹ دینگے۔ اُس وقت معلوم ہوگا کہ ہم حق پر تھے یا تم" یہ کہا اور اپنے تین رفیقوں کے ساتھ اُٹھ کے چلا گیا۔

اسی طرح پھر ایک روز آپ کی تقریر کے اثنا میں یہی نعرے لگائے گئے۔ حضرت علی نے انکی نسبت اپنی مذکورہ حکمت عملی ظاہر کی اور منبر سے اُتر آئے۔ مگر کوفے کے اندر اِن لوگوں کا جوش روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اور حکموں کے فیصلے کے بعد اور زیادہ ہوگیا۔ آخر ۲۷ شوال ۳۷ھ میں کوفے کے تمام خوارج نے جمع ہوکر مشورہ کیا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ عبداللہ بن وہب راسبی نے خدا اور رسول کی اطاعت پر وعظ کہہ کے کہا "اَخرِجُوا مِن ھٰذِہِ القریۃ الظالم اھلھا۔ یعنی اس شہر سے نکلو جس کے لوگ ظالم ہیں۔ پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چلو یا کسی ایسے شہر میں جہاں کے لوگ اِن گمراہی کی بدعتوں کے خلاف ہوں۔" حرقوص نے اسکی تائید کی حمزہ بن سنان نے کہا "کسی کو اپنا امیر تو کر لو۔" کئی نام لیے گئے مگر ایثار نفس کے جوش میں کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ آخر عبداللہ بن وہب نے جو ذوالثفنات کے لقب سے مشہور تھا یہ کہکر قبول کیا "حکومت پسند تو مجھے بھی نہیں ہے مگر تمھارے کہنے سے قبول کیے لیتا ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ نہ میں اس کو کسی دنیوی ہوس سے قبول کرتا ہوں اور نہ موت کے خوف سے چھوڑوں گا۔" سب نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد ازاں ایک اور صحبت میں طے پایا کہ تمام خوارج ایک ایک کرکے کوفے سے نکل جائیں اور نہروان کے پل پر پڑاؤ ڈالیں۔ پھر بصرے کے ہم خیال ان کو بھی وہاں بُلا لیں۔

آخر ایک جمعے کی رات کو اور اُسکے بعد دن بھر سب عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ اور ہفتے کی رات کو الگ الگ ہوکر کوفے سے نکلے۔ شریح اوفی کی زبان پر

نکلتے وقت یہ آیت تھی "فخرج منہا خائفاً یترقب الیٰ السواء السبیل" مگر کچھ خوارج کوفے ہی میں روک لیے گئے۔ حاکم مدائن مسعود کو خبر ہوئی کہ ذوالثفنات ادھرسے گذر رہے ہیں۔ پانچ سو سواروں کے ساتھ نکل کے تعاقب کیا اور کرخ کے قریب پا لیا۔ ذوالثفنات کے ہمراہ اگرچہ تیس ہی سوار تھے مگر انکو لیکر پانچ سو سواروں پر جا پڑا۔ دیر تک لڑائی کے بعد مدائن والے خود ہی رُک گئے۔ آخر مسعود کے اصرار سے لڑنے پر آمادہ ہوے اور لڑائی دوسرے دن پر اُٹھا رہی۔ رات اندھیری تھی۔ ذوالثفنات چلے سے اُتر کے نہروان میں پہونچ گیا۔ اور اہل مدائن اپنے یہاں واپس آئے۔

اس کی خبر خوارج بصرہ کو ہوئی تو مسعر بن فدکی کو سردار بنایا اور روانہ ہو کر وہ بھی نہروان میں پہونچ گئے۔

اب حضرت علی پھر معاویہ کے مقابلے پر کوچ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ان خوارج کی اصلاح کے لیے زید بن حصین اور ذوالثفنات کو لکھا "وہ دونوں شخص جن کے پنچ ہونے کو ہم نے قبول کیا تھا انھوں نے کتاب اللہ کی مخالفت کی۔ نہ سنت رسول پر عمل کیا اور نہ قرآن کے مطابق فیصلہ کیا۔ لہذا تمھیں جیسے ہی میری یہ تحریر ملے میرے پاس چلے آؤ۔ ہم اپنے اور تمھارے دشمنوں کے مقابلے پر کوچ کرنے والے ہیں۔ اور جو حالت پیشتر تھی وہی اب بھی ہے۔" جواب آیا کہ "آپ نے خدا کو ناراض کیا۔ اب اگر آپ اپنے کافر ہو جانے کا اقرار کرکے کفر سے توبہ کریں تو ہم اپنے اور آپ کے معاملہ پر غور کریں گے۔ ورنہ ہم نے آپ کو اور آپ کے دشمنوں کو یکساں طور پر چھوڑ دیا۔ خدا خیانت کرنے والوں کو نہیں پسند کرتا۔"

یہ خط پڑھ کے آپ کو ان لوگوں کی طرف سے یاس ہو گئی۔ اور ارادہ کیا کہ انکو انھیں کے حال پر چھوڑ کے شام کی طرف کوچ فرمائیں۔ منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرمائی۔ اور لوگوں کو معاویہ کی مخالفت پر اُبھارا۔ اور روانگی کی ایک تاریخ مقرر کر دی مگر معینہ روز تک لوگ تیار نہ ہوے۔ آپ نے پھر دوسری تقریر فرمائی۔ اور حاکم بصرہ عبداللہ بن عباس کو لکھا کہ وہاں کے لشکر کو بھی لے کر نخیلہ میں آجائیں جہاں آپ سارے لشکر کو جمع کر رہے تھے۔

بصرے سے تین ہزار دو سو جان باز آگئے۔ مگر شیعیان کوفہ کے کانوں پر جوں

نہ رہنگی - پھر حضرت علی نے تقریر فرمائی جس مین ارشاد ہوا" اہل کوفہ - اجر اے حق مین تم میرے بھائی اور انصار ہو - اور ظلم اندازون پر جہاد کرنے مین میرے رفیق - تمھاری ہی قوت سے مین مخالف کو زیر کرون گا - بصرے کے لوگ آگئے - تم بھی تیار ہو - مناسب یہ ہوگا کہ ہر قبیلے کا سردار اپنے بہادرون کی فہرست بنا کے پیش کرے - تاکہ معلوم ہو ہمارے پاس کتنے لڑنے والے ہین "اس طریقے سے کوفے مین چالیس ہزار سپاہگرون - سترہ ہزار نوجوانون - اور آٹھ ہزار غلامون وغیرہ کی قوت پیدا ہوگئی -

اب آپ امروز فردا مین کوچ کرنے والے تھے کہ سُنا اہل کوفہ کا خیال ہے کہ پہلے خوارج نہروان کا استیصال کر دیا جائے ورنہ ہمارے جاتے ہی وہ کوفے کو لوٹ لین گے - کیونکہ انھون نے مسلمانون کے جان ومال کو حلال کر لیا ہے - لوٹ مار کر رہے ہین - اور جو اُدھر سے گذرتا ہے اُن کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے - چنانچہ ان لوگون نے عبداللہ بن جندب اور اُن کے بیوی کو بے خطا و قصور کمال بے رحمی سے مار ڈالا - اس بارے مین جواب طلب کرنے کے لیے حضرت علی نے حرث بن مرۃ عبدی کو اُن کے پاس بھیجا تو وہ بھی مارے گئے - یہ سُن کر آپ اُسی لشکر کو ہمراہ لے کر جو شام کی مہم کے لیے جمع ہوا تھا نہروان مین پہونچے - اور اُن لوگون کو پیام بھیجا کہ "جن مسلمانون کو تم نے قتل کیا ہے اُنکے قاتلون کو ہمارے حوالے کرو" اس کا جواب آیا کہ "اُن لوگون کو ہم سب نے قتل کیا ہے - اور تمھارا اور اُن کا دونون کا قتل کرنا ہم حلال جانتے ہین" اسپر قیس بن سعد نے اُنکو جا کے سمجھایا - پھر ابو ایوب انصاری نے فہمایش کی - مگر کچھ اثر نہ ہوا - تب خود حضرت علی تشریف لے گئے اور فرمایا کہ "تم لوگ سکتے مین پڑ گئے ہو - انجام یہ ہونے والا نظر آتا ہے کہ تمھاری لاشین اس وادی مین پڑی ہون - اور قیامت کو بھی تمھارے پاس کوئی حجت نہ ہو - پنچایت کو مین نہین قبول کرتا تھا مگر تم نے مجبور کر کے منظور کرایا - پھر اُس مین بھی مین نے از روے قرآن فیصلہ کرنے کی قید لگا دی پنچون نے صحیح فیصلہ نہ کیا - اور پھر وہی پہلی کی سی حالت ہو گئی - تم آخر کس بات پر اڑے ہوے ہو؟" جواب ملا "بے شک ہم نے پنچون کو مقرر کرایا جس کی وجہ سے

ہم سب کافر ہو گئے۔ مگر اُسکے بعد توبہ کر لی۔ آپ بھی اُس وقت کافر ہو گئے تھے۔ اگر توبہ کر لیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں ورنہ لڑیں گے"۔ آپ نے فرمایا "کمبختو چاہتے ہو کہ رسول خدا صلعم پر ایمان لانے۔ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے۔ اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو کافر تسلیم کر دوں؟ ایسا کر دوں تو میں گمراہ ہوں"۔

خوارج نے یہ سنتے ہی غل مچایا "بس ان پر حملہ کرو۔ اور اب ان سے کوئی بات نہ کرو۔ کوچ۔ کوچ۔ اور جنت کی طرف کوچ"۔ اور دونوں لشکر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت علی نے ابو ایوب انصاری کو امان کا علم دے کر آگے بڑھایا اور اعلان کیا کہ "جو اس جھنڈے کے نیچے چلا آئے یا جو بغیر لڑے کوفے میں چلا جائے اُسے امان ہے۔ ہم صرف مقتول بھائیوں کا قصاص چاہتے ہیں۔ قاتل مل گئے تو ہمیں خونریزی کی ضرورت نہیں"۔ اس کارروائی کا یہ اثر ہوا کہ فروہ بن نوفل اشجعی پانچ سو آدمیوں کے ساتھ خوارج میں سے نکل کے دسکرہ میں چلا گیا۔ سو کے قریب آدمی اُن میں سے نکل کے حضرت علی کے لشکر میں چلے آئے۔ فقط ایک ہزار آٹھ سو آدمی خوارج کے جھنڈے کے نیچے جمے کھڑے تھے۔

لڑائی کی ابتدا بھی حضرت علی کی طرف سے نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ذوالثفنات یعنی عبداللہ بن وہب نے للکار کے اپنے لوگوں کو حملے کا حکم دیا اور وہ سب "جنت میں چلو" کے نعرے لگاتے ہوئے آپ کی صفوں پر آ پڑے۔ مگر حضرت علی کے زیر علم اتنا بڑا لشکر تھا کہ دم بھر میں خود ہی لڑ کے فنا ہو گئے۔ جیسے کسی نے کہا "مر جاؤ" اور سب مر گئے۔ مگر اُن کے سب سردار بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔

حضرت علی نے جناب رسول خدا صلعم کی زبان مبارک سے پیشین گوئی سنی تھی کہ ایک گروہ بغاوت کرے گا۔ اور جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے ویسے ہی وہ دین سے الگ ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ اُن میں ایک شخص ہو گا جس کی ایک ہاتھ غائب ہو گی"۔ لہذا آپ نے ان لوگوں کی لاشوں میں اُس شخص کو ڈھونڈوانا شروع کیا۔ کئی بار لوگ ڈھونڈھ کر واپس آئے اور کہا ایسا

شخص نہین ملتا۔ اور آپ فرماتے "خدا کی قسم وہ انھین مین ہوگا۔ نہ مین نے جھوٹ کہا اور نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے۔" آخر آپ نے خود تلاش کرنا شروع کیا اور ایک گڑھے کے اندر پچاس لاشون مین ملی ہوئی ایک لاش ملی جس کی ایک بانہہ نہ تھی۔ اور اُس کی جگہ شانے پر عورتون کی چھاتی کے مثل نرم ڈھلڈھلا گوشت تھا جس کو پکڑ کے کھینچو تو ربڑ کی طرح کھنچکر دوسرے ہاتھ تک پہونچ جاتا اور چھوڑتے ہی پھر سمٹ کے ویسا ہی ہو جاتا۔ اس گوشت پر نوک سی نکلی ہوئی تھی اور اُس پر سیاہ بال تھے۔ دیکھتے ہی آپ نے نعرۂ اللہ اکبر بلند فرمایا۔ اور اُس شخص کا نام "ذوالثدیہ" مشہور ہو گیا۔

اس معرکے مین حضرت علی کے ہمراہیون مین سے فقط سات آدمی مارے گئے تھے۔ جن مین سب سے محترم صحابیِ رسول اللہ یزید بن نویرۂ انصاری تھے۔

آپ نے ارادہ فرمایا کہ یہین سے شام کی طرف کوچ کر دین۔ مگر لوگون نے عرض کیا "ہمارے ترکش خالی ہین۔ تلوارین کند ہو گئی ہین۔ اور نیزون پر باڑھ رکھوانے کی ضرورت ہے۔ کوفے مین چل کر اسلحہ کی مرمت کر لین تو شام کی طرف چلین۔ اور شاید وہان جانے سے ہماری تعداد بھی بڑھ جائے۔" اس عذر کو آپ نے قبول فرمایا۔ مگر کوفے کے باہر لشکرگاہ نخیلہ مین پڑاو ڈال دیا۔ اور حکم فرمایا کہ سب یہین رہین۔ اور اسلحہ کو درست کر کے کوچ کر دین۔ بیوی بچون سے ملنے کو بھی کوئی کم جائے۔ مگر ہوا یہ کہ چار روز تک تو لوگ نخیلہ مین رہے۔ اور اُسکے بعد آہستہ آہستہ کھسک کے سب اپنے گھرون مین پہونچ گئے۔ آپ نے جو یہ حال دیکھا تو جامع کوفہ مین تشریف لا کر سب کو جمع کیا اور فرمایا "لڑائی اور جہاد کے لیے تیار ہو جاؤ۔" مگر سب نے اس کان سے سُنا اور اُس کان سے اُڑا دیا۔ چند روز انتظار کر کے آپ نے شیعہ سردارون کو بُلوا کے پوچھا "یہ ان لوگون کی کیا حالت ہے؟ کس خیال مین ہین؟ اور کیون دیر لگا رہے ہین؟" سب نے عذرات بارد پیش کیے۔ اور ایک روز پھر منبر پر کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا "خدا کے بندو۔ تمھاری یہ کیا حالت ہے؟ مین تو جمع ہونے کو کہتا ہون اور تمھاری یہ حالت ہے کہ جیسے زمین نے پاؤن پکڑ لیے! کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیا کو، عزت کے بدلے ذلت کو اختیار کر لیا؟ جس وقت مین جہاد کے لیے بُلاتا ہون تمھاری آنکھیں پھرا جاتی ہین گویا سکرات کا

عالم ہے! بدحواس ہو اور اتنا ہوش نہین کہ بات سمجھو! آنکھون مین اتنی روشنی نہین کہ کچھ سجھائی دے! خدا کی قسم تم جب بڑھ بڑھ کے باتین بنانے لگتے ہو تو شیر غرا نظر آتے ہو۔ اور جب لڑائی کی طرف بلائے جاتے ہو تو مکار لومڑیان بنجاتے ہو۔ ایسی حالت مین مجھے تم پر بھروسہ نہین۔ تم وہ سوار نہین ہو جن کو لے کر حملہ کیا جا سکے۔ واللہ تم آتش جنگ کے لیے بُرے ایندھن ہو۔ آخر یہ طال مٹول کب تک؟ اور تیاری مین کتنی دیر لگے گی؟" اسکے بعد آپنے نرمی و ہدایت کے الفاظ میں سمجھایا اور تیاری کی تاکید فرمائی۔ لیکن اسکا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور اسی لیت و لعل مین ۳۷ھ ختم ہوگیا۔

۳۸ھ مین مصر سے اطلاع آئی کہ محمد بن ابی بکر کے مقابلے پر خریتا کے شیعیان عثمان نے علم مخالفت بلند کر دیا ہے۔ اور اُنکی قوت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ محمد بن ابی بکر کے کچھ بنائے نہین بنتی۔ تب مالک اشتر کو وہان کا والی بناکے روانہ کیا۔ جناب معاویہ کے جاسوس لگے ہی ہوے تھے اُنھین فوراً اسکی خبر ہوگئی۔ فوراً اپنے ساحل بحر قلزم کے حاکم کو جدھر سے اشتر گذرنے والے تھے اشارہ کیا۔ اس نے اشتر سے مل کر اُن کی خاطر داشت کی۔ اور دعوت میں زہر دیکر اُن کا کام تمام کر دیا۔ اِدھر معاویہ نے دمشق مین ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر لوگون سے کہا "صاحبو۔ علی نے اشتر کو والی مصر مقرر کیا ہے۔ خدا سے دعا کرو کہ مصر کو اُنکے ہاتھ سے بچا لے"۔ لوگون نے ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگنا شروع کی۔ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ اشتر کے مرنے کی خبر آئی۔ سب دعا کے قبول ہونے پر بے انتہا خوش ہوے۔ اور معاویہ نے پھر کھڑے ہو کر کہا "لوگو۔ علی کے دو بازو تھے۔ ایک صفین مین کٹا۔ جس سے میری مراد عمار ہین۔ اور دوسرا آج اشتر کے مرنے سے کٹ گیا۔"

حضرت علی کو اس سانحے کی اطلاع ہوئی تو بے انتہا ملول ہوے۔ عام مجمع مین کھڑے ہو کر اشتر کی خوبیان بیان کین اور فرمایا "ایسا اور کوئی ہو تو اُسے میرے سامنے لاؤ"۔

اشتر کے مارے جاتے ہی جناب معاویہ نے اپنے مشیرون سے مشورہ کر کے پہلے مصر کے شیعیان علی سے مراسلت کر کے اُنھین اپنا طرفدار بنایا۔ پھر عمرو بن عاص کو چھ ہزار فوج

کے ساتھ محمد بن حنفیہ کے مقابلے پر روانہ کر دیا۔ وہ جیسے ہی حدود مصر میں داخل ہوئے شیعیان عثمان ہر طرف جوش و خروش سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عمرو نے محمد کو لکھا "ابو بکر صدیق کے بیٹے۔ اپنی جان بچانا ہے تو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں نہیں پسند کرتا کہ میرے ہاتھ سے تمھیں ضرر پہونچے۔ یہان کے سب لوگ تمھارے خلاف ہیں۔ میرا کہنا نہ مانا تو تمھیں پکڑ کے میرے حوالے کر دیں گے۔" اسی مضمون کا خط پہلے معاویہ نے بھی اُنھیں لکھا تھا۔ یہ دونون خط اُنھون نے حضرت علی کے پاس بھیج دیے اور مدد مانگی۔ جواب آیا کہ "ہمارے شیعون کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرو میں بھی عنقریب کمک بھی بھیجتا ہون۔"

یہ تحریر فرما کے آپ نے کوفے مین اپنے شیعون کو جمع فرمایا۔ اور مصر کا حال بیان کر کے بہ تاکید حکم فرمایا کہ "کل سب لوگ جرعہ مین جمع ہو جائین۔" یہ شہر کوفے کے قریب حیرہ کے راستے پر تھا۔ دوسرے دن صبح ہی کو آپ جرعہ مین پہونچ گئے۔ مگر کسی کو نہ پایا۔ دوپہر تک انتظار کر کے نہایت ہی شکستہ خاطر کوفے مین واپس آئے۔ اور مسلسل پچاس دن تک لوگون سے فرماتے رہے کہ محمد بن ابی بکر کی مدد کو جاؤ۔ مگر کسی نے سماعت نہ کی۔ آخر ایک شام کو پھر آپ نے شرفا و معززین شہر کو جمع کر کے یہ تقریر فرمائی "جو بات قسمت مین لکھ دی گئی ہے اُس پر خدا کا شکر۔ اور اس پر کہ مجھے تم لوگون مین مبتلا کیا۔ کوفے والو! کون کو فہ جو اطاعت نہین کرتا۔ اور ہزار پکارا جائے نہین سنتا۔ یہان پڑے ہوئے کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ تم پر جہاد فرض ہے۔ میری تو یہ حالت ہے کہ موت بھی جو ضرور آئے گی تم سے چھڑانا چاہے تو تمھارا ہی ساتھ دون گا۔ لیکن تم مدد دینے مین کس قدر کوتاہی کرتے ہو؟ افسوس نہ تمھیں دین کا جوش جمع کرتا ہے، نہ قومی حمیت غیرت دلاتی ہے۔ سن رہے ہو کہ دشمن تمھاری قلمرو کو گھٹاتا اور تم پر تاخت کر رہا ہے۔ مگر تمھیں ہمت نہین ہوتی۔ کیا حیرت کی بات نہین کہ معاویہ ظالم سرکشون کو بلاتے ہیں تو سب اُنکی اطاعت کرتے ہین بغیر اسکے کہ اُن لوگون کو سال مین دو ایک بار کچھ ملتا ہو اور اُن کی کفالت ہوتی ہو۔ معاویہ اُنھین جہان چاہتے ہین لے جاتے ہین۔ یہان مین تم کو جو صاحبان عقل و ہوش اور اخیار سلطنت کی یادگار ہو انعام دیتا اور تمھاری کفالت کرتا ہون۔ اور تم مجھ سے بھاگتے۔

نافرمانی کرتے بلکہ میری مخالفت کرتے ہو۔"

اس تقریر کا اور کسی پر تو اثر نہ ہوا مگر کعب بن مالک ارحبی یہ کہکر کہ مین آج روانہ ہوتا ہون دو ہزار فوج لے کر روانہ ہو گیا۔ مگر اُسے رخصت کرتے وقت حضرت علی نے فرمایا "جاتے تو ہو مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے پہونچنے سے پہلے ہی دشمن اپنا کام کر چکے ہون گے۔"

اور یہی ہوا۔ یہان سے کوئی کمک نہ گئی۔ محمد بن ابی بکر نے شیعیان علی کو جمع کر کے مقابلے پر آمادہ کیا۔ پھر آگے آگے کنانہ بن بشر کو دو ہزار آدمیون کے ساتھ روانہ کیا۔ اور اُنکے پیچھے دو ہزار سپاہیون کو لے کر خود چلے۔ کنانہ جتنے بڑے بہادر تھے اُتنے ہی عمرو بن عاص ہوشیار و تجربہ کار۔ عمرو چھوٹے چھوٹے گروہون کو اُن کے مقابلے پر بھیجتے جنھین وہ مار کے بھگا دیتے۔ جب اس حال کو کئی دن گذر گئے تو عمرو نے معاویہ بن خدیج سے مدد مانگی جو مصر مین شیعیان عثمان کے مقتدا تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تین ہی دن کے اندر ایک خلقت اُمنڈ آئی۔ اور کنانہ سے بجز اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ سربکف میدان مین آئین اور جان دے دین۔ اور اُن کے ساتھی پامال کئے گئے یا بھاگے۔ اس کی اطلاع محمد بن ابی بکر کے لشکر مین ہوئی تو سب لوگ اُنھین چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اتنے مین عمرو بن عاص کا علم دکھائی دیا۔ محمد نے تن تنہا بھاگ کر ایک ویران بستی مین پناہ لی۔ اور دارالسلطنت مصر فسطاط پر عمرو بن عاص کا قبضہ ہو گیا۔

مصر کے شیعیان عثمان کے دل مین محمد بن ابی بکر کی طرف سے اس قدر بغض بھرا ہوا تھا کہ اُن کی جستجو کرنے لگے۔ اور کسی کی نشان دہی سے معاویہ بن خدیج اُنھین اُس ویرانے سے پکڑ لائے۔ اتفاقاً لشکر شام مین عبدالرحمن بن ابی بکر تھے اُنھین بھائی کی جان کا خطرہ نظر آیا تو عمرو بن عاص سے مل کر کہا "میرے بھائی پر ظلم کرنے سے ابن خدیج کو روکیے۔" عمرو نے معاویہ بن خدیج کے پاس کہلا بھیجا کہ "محمد بن ابی بکر کو میرے پاس لے آیئے۔" اُنھون نے جواب دیا کہ "کنانہ بن بشر تو مار ڈالے گئے مگر محمد بن ابی بکر کے چھڑانے کی فکر ہے؟ کیا تمھارے کافر ہمارے کافرون سے اچھے ہین؟"

تعصب نے اُن دنون یہ حالت کر دی تھی کہ شیعیان عثمان شیعیان علی کو اور

شیعیان علی شیعیان عثمان کو اور خوارج ان دونون کو کافر بتاتے تھے۔

اب ابن خدیج نے محمد بن ابی بکر پر جور و ستم شروع کیا۔ محمد نے پانی مانگا اس لیے کہ بہت پیاسے تھے۔ ابن خدیج نے کہا "تمھین ایک قطرۂ آب بھی دون تو خدا مجھے پانی سے محروم رکھے۔ تم وہ ہو جس نے عثمان پر پانی بند کیا تھا۔ مین واللہ تم کو پیاسا مارون گا۔ تاکہ اسی تشنہ لبی مین خدا تم کو حمیم و غساق پلائے۔" محمد نے طیش کے ساتھ کہا "او یہودیہ جولاہن کے بچے۔ اُس عالم مین تیرا اور تیرے دشمن وہان اللہ اپنے دوستون کو سیراب کرے گا۔ کاش اِسوقت میرے ہاتھ مین تلوار ہوتی تو تجھے مزہ چکھاتا۔" ابن خدیج نے کہا "یہ بھی جانتے ہو کہ مین تمھین کیونکر مارون گا؟ گدھے کی کھال مین سی کر تمھین آگ مین جلاؤن گا۔" محمد نے کہا "اور خدا تجھے تیرے دوستون معاویہ اور عمرو کو آتش دوزخ مین جلائے گا۔" اس پر ابن خدیج کو ایسا غصہ آیا کہ محمد کو اپنے ایک ہی حربے سے مار ڈالا۔ اور پھر اُن کی لاش گدھے کی کھال مین سلوا کر جلائی۔

اس واقعے کا حضرت عائشہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ بھی نماز مین قنوت پڑھتین اور اُس مین معاویہ و عمرو بن عاص کے حق مین بد دعا کرتین۔ محمد کے بچون کو اپنی کفالت و تربیت مین لے لیا۔ چنانچہ قاسم بن محمد آپ ہی کے زیر تعلیم فرید زمانہ و یکتاے عصر مجتہد اور محدث و فقیہ ثابت ہوے۔ اور اس واقعہ کے بعد سے حضرت عائشہ نے پھر کبھی بھنا ہوا گوشت نہ کھایا۔

کعب بن مالک جو محمد کی کمک پر روانہ ہوا تھا پانچ منزلین طے کرنے پایا تھا کہ محمد کے مارے جانے کی خبر آئی۔ اور حضرت علی نے قاصد دوڑا کے واپس بلا لیا۔ اسکے بعد آپ نے منبر پر کھڑے ہو کے اس سانحے اور مصر کے قبضے سے نکل جانے پر سخت افسوس کیا۔ اپنی براءت ظاہر فرمائی۔ اور بے وفا اہل کوفہ پر سخت عتاب کیا اور فرمایا "مین تمھین میدان مین جانے کے لیے علی الاعلان بلاتا ہون۔ تمھارے بیچ مین کھڑے ہو کر فریادیون کی طرح چلاتا ہون۔ مگر تم نہین سنتے۔ یہان تک کہ حالت دگرگون ہو جاتی ہے۔ تم مین نہ انتقام کا جوش ہے۔ نہ کینہ خواہی کا مادہ تمھارے بھائیون کی مدد کے لیے مین برابر پچاس دن تک تم کو بلاتا رہا۔ تم شور کرتے آئے

اونٹ کی طرح بلبلاتے رہے اور ایسی زمین پکڑی کہ جہاد پر جانا گویا فرض ہی نہ تھا۔ مت کے بعد ایک چھوٹا سا لشکر آیا بھی تو ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جاتے آگے تھے اور پاؤں پیچھے پڑتے تھے۔ گویا وہ موت کے منہ میں جارہے تھے"

مصر پر قابض ہوجانے اور شیعیان علی کی پست ہمتی سے جناب معاویہ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور انھوں نے مختلف سرداروں کو تھوڑے تھوڑے لشکروں کے ساتھ بھیج بھیج کر آپ کی قلمرو پر تاختیں شروع کردیں۔ جن میں کہیں کامیابی ہوتی اور کہیں ناکامی۔

سب سے پہلے عبداللہ بن حضرمی نے بصرے میں آکر آفت مچادی۔ یہ لوگ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے۔ شکست کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ ان کا غالب گروہ دل سے حضرت علی کے خلاف تھا۔ مگر زیاد نے جو دل سے حضرت علی کا طرفدار اور بڑا خوش تدبیر سردار تھا خزانے اور شہر کو بچایا۔ حضرت علی نے کوفے کی اصلاح کے لیے اعین کو بھیجا جو مارڈالے گئے۔ پھر آپ نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا۔ انھوں نے اور زیاد نے مل کر ایسی مستعدی سے کام لیا کہ شیعیان عثمان کا زور بصرے میں ٹوٹ گیا اور ابن حضرمی مع اپنے ستر رفقا کے ایک قصر میں محصور ہوے تو اس میں آگ لگا دی گئی اور وہ اسی میں جل مرے

مگر حضرت علی کے لیے ایک ہی مصیبت نہ تھی۔ معاویہ کے حملوں کی روک تھام کے ساتھ خود عراق اور کوفے میں خوارج کا ہنگامہ تھا۔ جو رہ رہ کے اٹھتا۔ نہروان والے تو مارڈالے گئے مگر ان کے ہزارہا ہم خیال کوفے کے اندر موجود تھے جو روز ایک نیا شگوفہ کھلاتے۔ خریت بن راشد نے جو مخصوص شیعیان علی میں سے تھا اور ہمیشہ آپ کی رفاقت کرتا رہا تھا ایک دن آپ کے سامنے آکے چلایا "علی میں نہ تمھارا حکم مانوں گا نہ تمھارے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ اور کل ہی ساتھ چھوڑ کے چلا جاؤں گا" آپ نے فرمایا "اس میں تیری شامت ہے۔ مگر بتا تو سہی کہ آخر تجھے یہ کیا سوجھی؟" بولا تم نے انسانوں کو پنچ بدا۔ امرحق میں کمزوری دکھائی۔ اور ظالموں پر بھروسہ کیا۔ لہٰذا ہم تم دونوں کو برا سمجھتے ہیں" حضرت علی نے سمجھانا چاہا اس نے کہا "اسوقت مجھے اسکی فرصت نہیں" دوسرے دن معلوم ہوا کہ کوفے

سے چلا گیا۔ زیاد بن خصفہ کو آپ نے تعاقب مین بھیجا۔ خریت اور زیاد مین ایک جگہ دن بھر سخت لڑائی رہی۔ رات کو خریت بھاگ گیا۔ اور اہواز مین جا کے فساد مچانے لگا۔ اُسکے استیصال کے لیے معقل زبردست لشکر کے ساتھ گئے۔ اُسے ڈھونڈھ نکالا۔ اور سخت لڑائی ہوتی رہی۔ اور دشمنون نے بڑے نقصان کے ساتھ شکست کھائی۔ مگر خریت اب بھی بھاگ بچا۔ اور ساحل فارس پر فساد مچانا شروع کیا۔ حضرت علی کے حکم سے معقل وہان بھی اُسکے سر پر جا پہونچے۔ یہان بڑا بھاری لشکر عربون اور عجمیون کا خریت کے ہمراہ تھا۔ یہان بھی بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ جس مین خریت مارا گیا۔

اسکے بعد اشرس خارجی نے علم بغاوت بلند کیا۔ اور ۳۸ھ مین مارا گیا۔ پھر ہلال بن علفہ خارجی نے شورش مچائی۔ وہ بھی اسی سال مارا گیا۔ بعد ازان اشہب خارجی اُٹھا۔ اُس کا فتنہ بھی اسی سال خونریزی ہوکر موقوف ہوا۔ پھر سعید خارجی اُٹھا۔ جس کا فتنہ رجب ۳۸ھ مین مٹا۔ اسکے بعد ابو مریم خارجی اُٹھا اور کوفے کے قریب تک آ پہونچا۔ اُس نے پہلے حضرت علی کے لشکر کو شکست دے دی۔ تب حضرت علی نے بنفس نفیس تشریف لیجا کر ان لوگون کا خاتمہ کر دیا۔ اور ان کے جن زخمیون نے امان مانگی تھی وہ بھی کوفے مین لاکر اچھے ہونے کے بعد قتل کیے گئے۔

۳۹ھ کے آغاز مین حضرت معاویہ کی طرف سے نعمان بن بشیر نے الجزیرہ کے شہر عین التمر پر حملہ کیا۔ مالک بن کعب نے جو وہان حضرت علی کی طرف سے مامور تھے فوراً آدمی دوڑا کے کمک مانگی۔ آپ نے جوش دلانے والی تقریر کر کے کوفے سے لشکر بھیجنا چاہا۔ اور فرمایا "جا کے اپنے بھائیون کی مدد کرو" مگر کوئی نہ گیا۔ اور حضرت علی خون جگر پی کر رہ گئے۔ لیکن مالک نے خود ہی کوشش کر کے اہل شام کو شکست دے دی۔ اگرچہ حضرت علی مژدۂ فتح سُن کر خوش ہوے۔ مگر اپنے شیعون کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کے فرمایا "اے اہل کوفہ۔ جب تم سنتے ہو کہ شام کا کوئی لشکر آیا ہے تو معلوم ہوتا ہے جیسے تمھین کوئی پھیر آ لگا۔ ہر شخص گھر مین جا چھپتا ہے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہتا ہے۔ جیسے گوہ اپنے بل مین اور

چراغ اپنے بھٹ مین بھاگ کے پناہ لیتا ہے۔ دھوکے مین پڑا ہے وہ جسے تم نے دھوکے مین رکھا۔ اور جسے تم ملے ہو سچ تو یہ ہے کہ اُسے نہایت ہی زیان کاری کا حصہ ملا ہے۔ مصیبت کے وقت بلائے جاؤ تو تم شریف بہادر نہین ہو۔ اور کسی کی جان بچانے کا وقت آئے تو تم بھائی نہین ہو۔ اِنا لِلّٰہ وَاِنا الیہ راجعون۔ مین تم سے کیا اُمید رکھون؟ تم اندھے ہو جنھین کچھ سوجھ نہین پڑتا۔ گونگے ہو کہ منہ سے بات نہین نکلتی۔ بہرے ہو جو نہین سنتے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون "

خوارج کے ہنگامون نے یہ خرابی پیدا کی کہ پورا ملک ایران سیستان و کران تک اطاعت سے باہر ہو گیا۔ اور رعایا نے خراج ادا کرنا موقوف کر دیا۔ حضرت علی نے وہان کا والی زیاد کو مقرر فرمایا۔ جس نے ایسی خوبی سے انتظام کر کے بے خون ریزی کیے سارے ملک کو مطیع و منقاد بنا لیا کہ اُس زمانے مین ایسی حسن تدبیر کی بہت کم مثالین ملتی ہین۔

اب سنہ ۴۰ھ شروع ہوا۔ اور معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو بھیجا کہ تین ہزار فوج لے کر جائے اور سارے عرب کو حضرت علی کا اثر مٹا کے اپنے قبضہ مین کر لے۔ یہ بڑا سخت گیر اور بے رحم شخص تھا۔ مدینہ مین پہونچا تو حضرت علی کے عامل ابو ایوب انصاری بھاگ کر صحرا مین چلے گئے۔ اور بسر نے مسجد نبوی مین منبر پر کھڑے ہو کر نعرہ لگایا " اے بنی نجار اے بنی زریق! میرے وہ محترم بوڑھے بزرگ جنھین کل مین نے یہان دیکھا تھا (یعنی حضرت عثمان) کہان ہین؟" پھر کہا " معاویہ نے مجھ سے عہد نہ لے لیا ہوتا تو مین تم مین سے ایک بالغ شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا " پھر سب لوگون سے جبراً معاویہ کی بیعت لی۔ اور مکے مین پہونچا۔ یہان ابو موسیٰ اشعری تھے اپنی جان لے کے بھاگے۔ بسر نے وہان بھی سب سے جبراً بیعت لی اور یمن کی راہ لی۔

وہان کے والی حضرت علی کی طرف سے عبید اللّٰہ بن عباس تھے۔ بسر کی آمد سنتے ہی اپنے تمام بیوی بچون کو بعض بدوی قبائل کی کفالت مین چھوڑ کے حضرت علی کے پاس کوفے مین چلے آئے۔ اور وہان کی حکومت عبد اللّٰہ بن عبد المدان کے ہاتھ مین دے دی۔ بسر نے پہونچتے ہی اس نئے والی کو پکڑ کے مع اُنکے فرزند کے

قتل کر ڈالا۔ پھر عبید اللہ بن عباس کے دو ننھے بچون عبد الرحمٰن اور قثم کو کفیلون سے زبردستی چھین کے قتل کیا۔ ان بچون کی مان اُمِ حکیم جویریہ کا اپنے کلیجے کے ٹکڑون کے غم میں یہ حال ہوگیا کہ صحرا مین دیوانی پھرتی تھین۔ اور ایک ایک کے سامنے چند اشعار پڑھتین جن کا مضمون یہ تھا "کسی نے میرے بچون کو دیکھا ہے جو صدف سے نکالے ہوے موتی۔ میری ہڈیون کا مغز اور میرے دل تھے؟"

آخر حضرت علی کی طرف سے جاریہ بن قدامہ لشکر لے کر پہونچے۔ مگر بسر کو نہ پایا اُس کا تعاقب کرتے ہوے مکے مین آئے اور لوگون سے حضرت علی کی بیعت لینے لگے۔ اسی اثنا مین حضرت علی کی شہادت کی خبر آئی۔ اور اُس قرشی شخص کے ہاتھ پر بیعت لی گئی جسکو اصحاب علی خلیفہ منتخب کرین۔ اسکے بعد مدینے مین پہونچکر جاریہ نے حضرت حسن کی طرف سے بیعت لی جو آپ کے جانشین ہو چکے تھے۔

آخر وقت مین حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن عباس مین بھی ملال ہوگیا۔ جسکی وجہ سے ابن عباس بصرے کی حکومت چھوڑ کر اور خزانے کی تمام رقم لے کر مدینے چلے گئے۔ بصرے والون نے زبردستی روپیہ لینا چاہا مگر خود اُن مین تفرقہ پڑ جانے کے باعث ابن عباس کمال آزادی سے چلے گئے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سیاسی واقعات اجمالاً عرض کردیے گئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور ہم آپ کے فضائل و کمالات کو بھی بیان کردین۔

آپ اُس عہد کے سب سے بڑے متقی و پرہیزگار اور صاحب عالم باعمل تھے۔ آپ قرآن کے جمع کرنے والون مین بھی شمار کیے گئے ہین۔ چنانچہ پورا قرآن شریف آپ نے رسول خدا صلعم کو سنایا۔ اور بعد ازان ابوالاسود دوئلی۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی۔ اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلےٰ نے آپ کو سنایا۔

زہد و اتقا کی یہ حالت تھی کہ مجال نہ تھی بیت المال مین سے ایک حبہ بھی کسی غیر مستحق کو مل جائے۔ اپنے پرائے ہر ایک سے سخت محاسبہ کرتے۔ اور اسی بنا پر حضرت ابن عباس سے بگڑ گئی۔ آپ کے عہد مین داروغۂ بیت المال اور خزانچی رسول خدا صلعم کے غلام ابو رافع تھے۔ ایک روز آپ نے اپنی ایک صاحبزادی کو

جو رخصت ہونے کے لیے دولھن بنائی گئی تھیں ایک موتی پہنے دیکھا جسے آپ نے پہچانا کہ بیت المال کی چیز ہے۔ پوچھا "یہ موتی اسے کیونکر ملا؟" قابل اطمنان جواب نہ ملنے پر خیال فرمایا کہ لڑکی نے اسکو چرا لیا ہے۔ فوراً ہاتھ کاٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ آخر ابورافع نے عرض کیا "اس میں صاحبزادی کا نہیں بلکہ میرا قصور ہے۔ میں نے فقط زینت کے لیے لاکے پہنا دیا ہے۔ پھر واپس لے لونگا"۔ فرمایا "اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟ میں نے جب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے عقد کیا ہے تو بجز ایک مینڈھے کی کھال کے ہمارے پاس کوئی بچھونا نہ تھا۔ اسی پر ہم سوتے۔ اسی پر اپنے پانی لانے والے اونٹوں کو دانہ چارہ دیتے۔ اور بجز خود فاطمہ کے ہمارے پاس کوئی خدمت کرنے والا نہ تھا"۔

اصفہان سے کچھ دولت آئی۔ اُسے آپ نے سات حصوں پر تقسیم فرمایا۔ اتفاق سے اُس میں ایک روٹی بھی تھی۔ اُسکو بھی ساتوں حصوں میں توڑ کے رکھا اور قرعہ ڈالکے فوجی افسروں میں تقسیم فرمایا۔

قصر خورنق میں تھے اور جاڑوں کا موسم تھا۔ فقط ایک پرانی چادر اوڑھے تھے اور کانپ رہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا "امیرالمومنین۔ یہ دولت جو ملکوں سے آتی ہے اُس میں آپ کا اور آپ کے خاندان کا بھی حصہ ہے؟" فرمایا "میں نے خدا کی قسم کبھی تمھاری کوئی چیز نہیں لی۔ یہ میری وہی چادر ہے جسکو میں مدینے سے اوڑھے ہوئے آیا تھا"۔

عمرو بن سلمہ حاکم اصفہان اپنے علاقے سے آئے تو بیت المال میں داخل کرنے کے لیے کچھ چیزیں بھی لائے۔ اُن میں چند مشکیزے گھی اور شہد کے بھی تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے اُن کے پاس آدمی بھیجکر دو مشکیزے منگوا لیے۔ مال فہرست سے ملایا گیا تو وہ دو مشکیزے کم تھے۔ آپ نے اُنکے بارے میں جواب طلب کیا۔ عمرو نے پہلے تو ٹالا۔ مگر آپ کی طرف سے سخت محاسبہ ہوا تو اصل حقیقت بیان کر دی۔ آپ نے فوراً آدمی بھیجکر وہ مشکیزے صاحبزادی کے پاس سے منگوا لیے دیکھا تو اُن میں کچھ گھی اور شہد کم تھا۔ اُس کی قیمت تاجروں سے تشخیص کرا کے صاحبزادی سے وصول کرلی۔

ایک بار ایران کا سفر کیا تھا۔ راستے بھر جس کو کسی سے لڑتے جھگڑتے دیکھا اُس کا فیصلہ شرع کے مطابق فرمایا۔ اور جسے مستحق سزا پایا اُسے سزا دی۔

سفیان ثوری کا قول ہے کہ حضرت علی نے عمارت کے لیے کوئی کچی یا پکی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی۔ نہ کوئی کچا یا پکا مکان بنایا نہ کوئی چھپر ڈالا۔ اور آپ کی غذا کے لیے غلہ تھیلے مین بھر کے مدینے سے آیا کرتا۔ اور جس تھیلے مین آپ کے کھانے کا غلہ ہوتا اُس پر مُہر کر دیا کرتے۔ اور فرماتے "مجھے پسند نہین کہ کوئی مشکوک چیز میرے پیٹ مین جائے"۔

ایک بار اپنی تلوار فروخت کے لیے بازار مین بھیجی۔ اور فرمایا "اگر میرے تہمت کی قیمت کے لیے چار درہم بھی موجود ہوتے تو مین اس تلوار کو نہ بیچتا جس کسی سے جان پہچان ہوتی اُس سے کوئی چیز نہ خریدتے۔ اور قمیص کے لیے کپڑا لیتے تو آستین کے طول کے برابر ناپ کے پھاڑ لیتے۔

ایک بار لوگون نے دیکھا کہ ایک درہم کے چھوہارے خرید کر خود ہی پیٹھ پر لادے لیے جاتے ہین۔ لوگون نے عرض کیا "امیرالمومنین اس بوجھ کو ہم پہونچاوین؟" فرمایا "عیال والے کو اپنا بوجھ خود ہی اُٹھانا چاہیے"۔

بیت المال کے مکان مین روز خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیا کرتے۔ اور اکثر وہین نماز بھی پڑھتے۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی گری پڑی چیز رہ گئی ہو تو اور کے ہاتھ مین نہ جائے۔ اور نیز یہ کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ اس مین اب کچھ نہین باقی رہا۔

آپ کو اپنے مارے جانے کی اطلاع تھی۔ اکثر اپنی ریش مبارک اور سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے "تم مین سے جو شقی ترین شخص ان کو خون آلود کرے گا اُسے کون روک سکتا ہے؟"

سنہ ۴۰ھ کا ماہ مبارک رمضان آیا تو آغاز ہی سے معمول تھا کہ ایک رات حضرت حسن کے ساتھ کھانا تناول فرماتے ایک رات حضرت حسین کے ساتھ اور تین لقمون سے زیادہ نہ کھاتے۔ زیادہ کا اصرار کیا جاتا تو فرماتے "چاہتا ہون کہ جس وقت میرے مرنے کا حکم آئے پیٹ بھرا ہوا نہ ہو بلکہ پچکا ہو"۔

۱۷ رمضان کو شب جمعہ تھی اور آپ حضرت حسن کے پاس تھے۔ حضرت حسن

تڑکے بیدار ہوے تو پدر بزرگوار کو دیکھا کہ گھر کے اندر والی مسجد مین نماز پڑھ رہے ہین صاحبزادے کی صورت دیکھتے ہی فرمایا "بیٹا مین نے آج کی رات گھر والون کو جگاتے بسر کی ہے۔ اس لیے کہ شب جمعہ ہے اور چاندنی کی روشن صبح۔ اس درمیان مین ایک بار آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہون کہ رسول خدا صلعم تشریف لائے ہین۔ مین نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ کی امت میرے ساتھ کیسی کیسی کجرویون اور عداوتون سے پیش آئی" فرمایا "تو پھر ان لوگون کے حق مین بددعا کرو" اور مین نے ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگی کہ "خداوندا مجھے ان لوگون سے اچھے آدمی دے اور اُن کو مجھ سے بدتر حاکم ملے" یہ دعا مانگتے ہی آنکھ کھُل گئی"

یہ فرما ہی رہے تھے کہ مؤذن ابن نباح نے مسجد مین اذان دی۔ آپ فوراً اُٹھ کر مسجد کی طرف چلے اور حضرت حسن پیچھے ہو لیے۔ راستے مین بطخون نے شور کر کے آپ کو گھیر لیا۔ لوگ اُنکو مار مار کے بھگانے لگے۔ فرمایا "رہنے بھی دو۔ یہ تو رونے والیان ہین" یہ فرما کے آگے بڑھے۔ اور دروازے سے قدم نکالا ہی تھا کہ سر مبارک پر ابن ملجم کی سم آلود تلوار پڑی۔

ابن ملجم کی اصلی حالت یہ ہے کہ اُس پرفتن زمانے مین جبکہ مسلمانون مین باہم خونریزی ہو رہی تھی۔ معاویہ آپ کے دشمن تھے اور آپ معاویہ کے۔ کوفے اور عراق مین خوارج نے فساد مچا رکھا تھا۔ جان پر کھیل کھیل کے لڑتے اور مارے جاتے۔ اور اپنے طرز عمل سے نہایت ہی اتقا و پرہیزگاری کی عجیب و غریب شانین دکھاتے۔ ساتھ ہی کوفے مین روز نئی کھچڑیان پکا کرتین۔ موسم حج کے موقعے پر مکۂ معظمہ مین تین خارجی جمع ہوے۔ حطیم کعبہ کے اندر ایک دوسرے سے ملے۔ اور بہت سے مقتول خارجیون کی ناکامی و نامرادی پر آنسو بہا کے باہم عہد کیا کہ تین شخصون سے دنیا کو خالی کر دین۔ اول حضرت علی سے دوسرے معاویہ سے اور تیسرے عمرو بن عاص سے۔ ان تین سازشیون مین سے ایک کا نام عبدالرحمن ابن ملجم تھا جو مصر کا رہنے والا تھا۔ دوسرا برک بن عبداللہ تمیمی۔ اور تیسرا عمرو بن بکر تمیمی۔ ان تینون کو یقین تھا کہ حضرات علی و معاویہ و عمرو بن عاص کے نہ ہونے سے سب فتنے دُور ہو جائین گے۔ ابن ملجم نے حضرت علی کے قتل کے کام کو

برک نے معاویہ کے قتل کو اور عمرو نے عمرو بن عاص کے مار ڈالنے کو اپنے اپنے ذمے لیا - اور یہ عہد کرکے کہ ۱۷- رمضان کو ہر شخص اُس پر حربہ کردے گا جس کے قتل کرنے کو اپنے ذمے لیا ہے" تینوں اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوے -

ابن ملجم کوفے میں آیا - تو یہاں اُس کے بہت سے ہم خیال موجود تھے - اُن سے ملا مگر اپنے ارادے کو کسی پر نہیں ظاہر کیا - ایک دن بنی تیم الرباب کے چند دوستوں میں بیٹھا تھا جن کے کئی شخص نہروان میں مارے گئے تھے - ان مقتولین کو یاد کرکے سب نے آنسو بہائے - قطام نام ایک جوان اور خوش رو عورت بھی صحبت میں تھی جس کے باپ اور بھائی نہروان میں قتل ہوے تھے - ابن ملجم نے اُس پر فریفتہ ہوکر نکاح کا پیام دیا - اُس نے کہا "جب تک میرا کلیجہ نہ ٹھنڈا کردگے نکاح نہ کروں گی" پوچھا "تمھارا کلیجہ کیسے ٹھنڈا ہو؟" بولی "تین ہزار کا مہر دو - ایک غلام دو - ایک خوش گلو لونڈی دو - اور علی کو قتل کرو" ابن ملجم حضرت علی کے قتل کا بیڑا ہی اُٹھا چکا تھا مگر اُسکے آزمانے کے لیے کہا "یہ ممکن نہیں کہ علی کے قتل کرنے کی شرط کو نکال ڈالو؟" بولی "یہ شرط تو سب سے مقدم ہے - اس کا موقع پیدا کرو - کامیاب ہوے تو میرے ساتھ مزے اُڑاؤ - اور اس کوشش میں مارے گئے تو خدا کے وہاں جو اجر ملے گا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے"

اب ابن ملجم نے اُس عورت پر اپنا راز کھولا - اور بتایا کہ میں تو اسی کام کے لیے یہاں آیا ہوں - قطام یہ سُن کر بہت خوش ہوئی - اور بولی "تو پھر میں تمھیں چند ایسے لوگوں سے ملاتی ہوں جو اس کام میں تمھاری مدد کریں گے" چنانچہ اُس کی کوشش سے وردان نام اُس کا ایک ہم قبیلہ شخص ابن ملجم کا رفیق بنا - پھر خود ابن ملجم نے شبیب ابن بجیرہ کو اپنی رفاقت میں لیا - یہ شخص پہلے تو عذر اور تامّل کرتا رہا مگر آخر میں رفاقت قبول کرلی -

اب ۱۷- رمضان کی مقررہ رات آئی - ابن ملجم اور اُسکے دونوں رفیق ننگی تلواریں لے کر اندھیرے میں آپ کے دروازے کے سامنے خاموش بیٹھ گئے - اور جیسے ہی حضرت علی "لوگو نماز - لوگو نماز" کہتے برآمد ہوے شبیب نے پہلا وار کیا - مگر تلوار دروازے کے بازو پر پڑی - ساتھ ہی ابن ملجم نے وار کیا - اور

اُس کی تلوار آپ کی کنپٹی پر پڑ کے دماغ کے اندر تک تیر گئی۔ اور ابن ملجم نے نعرہ مارا کہ "علی۔ حکم خدا کے لیے ہے نہ تمھارے اور تمھارے دوستون کے لیے"۔ وردان کو حربہ کرنے کی جراٗت نہ ہوئی۔ بھاگا اور اپنے گھر مین دم لیا۔ اور کسی دوست سے اپنا حال بیان کیا۔ اُس دوست نے فوراً گھر سے تلوار لا کے اسکا کام تمام کر دیا۔

شبیب بھی وار کر کے اندھیرے مین بھاگا۔ اور لوگون نے غل مچایا کہ "لینا لینا" عویمر نام ایک حضرموتی شخص پیچھے دوڑا۔ اُسے گرا کے چھاپ بیٹھا اور تلوار چھین لی۔ لیکن اور لوگون کو پیچھے آتے دیکھ کر دل مین ڈرا کہ ننگی تلوار میرے ہاتھ مین ہے لوگ مجھی کو قاتل نہ سمجھ لین۔ تلوار پھینک دی اور اُٹھ کے بھاگا۔ اُسکے اُٹھتے ہی شبیب بھی نکل گیا۔ اور چونکہ نہتا تھا اس لیے کسی کو اُس پر بدگمانی نہ ہوئی۔

ابن ملجم بھی بھاگنے کا قصد کر رہا تھا کہ حضرت علی نے فرمایا "دیکھو یہ شخص بچ کے نہ نکل جائے"۔ حکم پاتے ہی لوگون نے اُسے گھیر کے پکڑ لیا۔ اسکے بعد حضرت علی بھی گھر مین واپس تشریف لے گئے۔ اور آپ کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ نے نماز پڑھائی۔

اب حضرت علی نے ابن ملجم کو سامنے بُلوا کے پوچھا "دشمنِ خدا۔ کیا مین نے تیرے ساتھ بھلائی نہین کی تھی؟" اُس نے کہا "جی ہان کی تھی"۔ پوچھا "تو پھر اس حرکت کا کیا باعث ہے؟" بولا "سُنیے۔ اپنی اس تلوار پر مین نے برابر چالیس روز تک باڑھ رکھی۔ اور خدا سے دعا کی کہ اس سے دنیا کا بدترین شخص مارا جائے"۔ فرمایا "تو معلوم ہوتا ہے تو اِسی تلوار سے مارا جائے گا۔ کیونکہ بدترین خلق تو ہی ہے"۔ ساتھ ہی اُسکے بارے مین آپ نے وصیت فرمائی کہ اگر مین مر جاؤن تو اس شخص کو قتل کرنا مگر اُسی طرح جیسے کہ اس نے مجھے مارا ہے۔ اور اگر مین زندہ بچ گیا تو جو مناسب جانون گا کرون گا"۔ پھر ارشاد ہوا۔ "اے خاندان عبدالمطلب والو۔ ایک جان کے عوض مین ایک ہی جان لی جائے ایسا نہ ہو کہ امیر المومنین کے مارے جانے کے شبہ مین تم مسلمانون کی خونریزی

کرنے لگو - بجز میرے قاتل کے اور کسی کو نہ قتل کرنا - اے حسن - اس ضرب کے اثر سے اگر مین مر جاؤن تو تم اس شخص کو بھی اسی ایک وار مین قتل کرنا جو مجھ پر پڑا ہے اور خبردار اسکو مُثلہ نہ کرنا - یعنی اسکی لاش کے اعضا نہ کاٹے جائین -

مگر ابھی تک لوگون کو امید تھی کہ شاید آپ اچھے ہو جائین - چنانچہ آپ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم نے ابن ملجم سے جو سامنے بندھا کھڑا تھا فرمایا " او دشمنِ خدا - اُمید ہے کہ ابّا جان اچھے ہو جائین - گھاٹے مین کمبخت تو ہی رہے گا " وہ سُن کے بولا " تو پھر تم روتی کیون ہو؟ میری تلوار خدا کی قسم وہ ہے جسے مین نے ہزار درہم کو مول لیا - اور اُسے ہزار تلوارون کا زہر پلایا - یہ وار سارے شہر کے آدمیون پر پڑتا تو سب کو ٹھنڈا کر دیتا "

اتنے مین جُندب بن عبداللہ نے حضرت علی سے پوچھا " خدا نہ کرے کہ ہم آپ کی برکتون سے محروم ہون لیکن خدانخواستہ آپ نہ ہوے تو اجازت ہے کہ آپ کے صاحبزادے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کرین " ارشاد ہوا " تم لوگ خود صاحب عقل ہو - مین اپنی طرف سے نہ اسکا حکم دیتا ہون نہ منع کرتا ہون "

اب آپ نے دونون فرزندون حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر فرمایا " مین تمھین وصیت کرتا ہون کہ خدا سے ڈرتے رہنا - دنیا کی ہوس نہ کرنا گو وہ تمھین مل بھی جائے - اُس چیز پر ملال نہ کرنا جو ہاتھ سے چلی جائے - سچ بولنا - یتیم پر ترس کھانا - نقصان اُٹھانے والے کی مدد کرنا - شکستہ حال کی حاجت روائی کرنا - ظالم کے دشمن رہنا اور مظلوم کے دوست - جو کچھ کتاب اللہ مین ہے اُس پر عمل کرنا - اور خدا کے معاملے مین کسی کے بُرا کہنے کی مطلق پروا نہ کرنا " اسکے بعد تیسرے فرزند محمد بن حنفیہ کی طرف دیکھ کر ارشاد ہوا " جو نصیحتین مین نے تمھارے بھائیون کو کی ہین اُن کو تم بھی یاد کر لو " عرض کیا " مین نے یاد کر لیا " فرمایا " ہان اُنھین کی سی نصیحتین مین تم کو بھی کرتا ہون - اور اسکا خیال رہے کہ تم اپنے دونون بھائیون کا بہت زیادہ احترام کرنا - تم پر اُن دونون کا حق ہے - ان کے معاملے کو تم روز فوقیت دینا - اور کبھی کوئی بات اُن کے خلاف نہ کرنا " اسی سلسلے مین حضرات حسنین سے ارشاد ہوا " تمھین بھی وصیت کرتا

ہون کہ میرے اس فرزند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ یہ تمھارا بھائی ہے اور تمھارے باپ کا بیٹا۔ اور تم جانتے ہو کہ اسکے ساتھ تمھارے باپ کو محبت ہے"۔ اسکے بعد آپ نے حضرت حسن کو اور بہت سی دینی و اخلاقی نصیحتین فرمائین اور انکو قلمبند بھی کروا دیا۔

مگر جو جو زمانہ گزرتا حالت نازک ہوتی جاتی۔ زخم کا زہر ساعت بساعت دل و دماغ پر اثر کرتا جاتا تھا جس نے لوگون کو زیست سے مایوس کر دیا۔ رمضان مبارک کو زخم پڑا تھا۔ اور ۱۹ رشب کو روح پرفتوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ آخری سانس تک زبان پر کلمۂ لا الہ الا اللہ تھا۔ اور جس خدائے ذوالجلال کے پاس تشریف لیے جاتے تھے اُس کی یاد مین تر زبان تھے۔

حضرات حسنین اور عبداللہ بن جعفر طیار نے غسل دیا۔ کفن مین تین کپڑے دیے گئے جن مین قمیص نہ تھا۔ حضرت حسن نے نماز پڑھائی اور اُس مین سات تکبیرین کہین۔ اس مین بہت اختلاف ہے کہ آپ کہان دفن ہوے۔ مختلف روایتون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُسوقت تو مسجد کوفہ مین آغوش لحد کے سپرد کر کے قبر کا نشان مٹا دیا گیا۔ اس لیے کہ خوارج کا سخت زور و شور تھا اور اندیشہ تھا کہ وہ لوگ قبر سے نکال کے جسد اطہر کی بے حرمتی نہ کرین۔ بعدازان حضرت حسن نے آپ کے جسم کو قبر سے نکال کے ایک تابوت مین رکھا اور اُسکو اونٹنی پر رکھ کے لے چلے کہ مدینۂ طیبہ مین تربت حضرت رسول اکرم صلعم کے پاس دفن کرین۔ چند ہی منزلین گئے تھے کہ ایک رات کو اونٹنی بھڑک کے بھاگی۔ اور ایسی بھاگی کہ ہزار ڈھونڈھا نہ پایا۔ بعدازان کہا جاتا ہے کہ وہ بنی طے کی سرزمین مین پہونچی۔ اور اُن لوگون نے تابوت کو اُس پر سے اُتار کے وہین دفن کر دیا۔

اسی بنا پر اُسوقت کے شیعون مین سے ایک گروہ کا یہ خیال قائم ہو گیا کہ آپ زمین مین دفن ہی نہین ہوے بلکہ اوپر اُٹھا لیے گئے۔ بادلون کے اوپر رونق افروز ہین اور دنیا مین پھر تشریف لائین گے۔

الغرض آپ کی تربت جو فی الحال نجف مین زیارت گاہ خاص و عام ہے بہت مشتبہ ہے اور اسکی صحت کی مطلق تصدیق نہین ہوتی۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو سامنے بلوا کے

ارادہ کیا کہ پدر بزرگوار کی وصیت کے مطابق اُس پر قصاص جاری فرمائیں۔ اُس نے اپنی سچائی کا دعوے کر کے کہا "مجھے اس مقصد کے لیے چھوڑ دیجیے کہ معاویہ کو بھی قتل کر دون۔ اور خدا کو درمیان دے کر عہد کرتا ہون کہ اگر اُنھین نہ قتل کر سکا تو حاضر ہو کر اپنے آپ کو آپ کے حوالے کر دون گا۔" آپ نے نہ مانا اور ایک ہی وار مین اُسے قتل کر ڈالا۔ جس کے بعد لوگون نے اُس کی لاش کو چٹائی مین لپیٹ کے جلا دیا۔

اسی تاریخ مین برک نے جناب معاویہ پر حملہ کیا۔ تلوار اُنکے سرین پڑی۔ ساتھ ہی اُنھون نے تلوار پکڑ لی۔ اور برک گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے حضرت علی کے مارے جانے کی خبر سنا کے جان بچانا چاہی مگر ساعت نہ ہوئی۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ آپ نے اُسکو اُسی وقت قتل کرا ڈالا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ ہاتھ پانون کٹوا کے چھوڑ دیا۔ اور زخم گو کہ زہر آلود تھا مگر آپ کے طبیب ساعدی کی حذاقت سے اچھا ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد آپ مین اولاد ہونے کی صلاحیت نہین رہی۔

عمرو بن بکر نے بھی اسی تاریخ مصر مین اپنا کام کیا۔ اتفاقاً اُس روز عمرو بن عاص طبیعت کی ناسازی سے نماز پڑھانے کو نہین آئے۔ اُنکا کوتوال خارجہ اُنکی جگہ نماز کے لیے آیا اور عمرو کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور جب اُسے معلوم ہوا کہ مین نے ابن عاص کے عوض اور کسی کو مار ڈالا تو کف افسوس ملتا تھا۔ اور پچھتاتا ہوا مارا گیا۔

حضرت علی کی شہادت کے بعد ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا "تم نے اِن بزرگ کو آج کی رات قتل کیا۔ اِسی رات کو قرآن اُترا تھا۔ اسی رات کو مسیح آسمان پر گئے تھے۔ اسی رات کو یوشع بن نون مارے گئے تھے۔ بخدا ایسی مبارک شب نہ کسی کو پہلے نصیب ہوئی تھی نہ بعد نصیب ہوگی۔ رسول خدا صلعم علی کو جہاد پر بھیجتے تو جبرئیل اُنکے داہنے بازو پر اور میکائیل بائین بازو پر رہتے۔ بخدا انھون نے ترکے مین سونے چاندی کی قسم سے کچھ نہین چھوڑا۔ بجز سات آٹھ سو دینارون کے جو ایک غلام کی قیمت کے متعلق ہین۔"

آپ کی عمر مین اختلاف ہے۔ بعض ۶۳ سال کی بعض ۵۸ - ۵۵ - یا ۶۵

سال کی بتاتے ہین - خلافت کا زمانہ تین مہینے کم پانچ سال رہا -

مناسب ہوگا کہ ہم آپ کی خوبصورت تصویر بھی اپنے دوستون کو دکھا دین - رنگت گندم گون تھی کسی قدر سانولا پن لیے ہوے - چندیا بالون سے صاف تھی - ڈاڑھی نہایت سفید نورانی اور لمبی چوڑی تھی جو دونون شانون تک پھیلی رہتی - سینے اور سارے پنڈے پر بالون کی کثرت تھی - کلائیان چوڑی چکلی اور پنڈلیون کے پٹھے اور عضلات خوب گداز تھے - کمر چوڑی اور توند نکلی ہوئی - قد پستہ قامتی کے قریب - اور ان خصوصیتون کے ساتھ نہایت ہی خوبرو و خوش جمال تھے - بڑھاپے مین بھی حسن برقرار تھا - اور خندہ جبینی کی یہ حالت تھی کہ جب دیکھیے معلوم ہوتا ہنس رہے ہین -

اب ہم آپ کی محترم بیویون اور اولاد کا حال بھی مختصراً عرض کرتے ہین -

سب سے پہلی بیوی رسول خدا صلعم کی چھوٹی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمۂ زہرا تھین جن کی خاص فضیلت یہ ہے کہ سارے عالم کی عورتون کی سردار ہین - جب تک وہ زندہ رہین آپ نے اور کوئی عقد نہین کیا - اُنکے بطن سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیان پیدا ہوئین - فرزند نرینہ حضرات حسن حسین - اور محسن تھے جناب محسن بچپن ہی مین والدین کو داغ دے گئے - صاحبزادیان حضرت زینب اور ام کلثوم تھین - جن مین سے پچھلی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بیاہی گئین -

حضرت فاطمہ نے رسول خدا صلعم کی وفات کے چند ہی مہینے بعد سفر آخرت کیا - اور اُسوقت سے حضرت علی نے دوسری شادیون کا ارادہ کیا - چنانچہ ام البنین بنت حزام کلبیہ سے عقد فرمایا - جنکے بطن سے عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوے - یہ سب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا مین مارے گئے - اور بجز عباس کے کسی کی نسل بھی باقی نہین رہی -

پھر آپ نے لیلی بنت مسعود نہشلیۂ تمیمیہ سے عقد کیا - اُنکے بطن سے عبداللہ اور ابوبکر پیدا ہوے - اور دونون میدان کربلا مین مارے گئے - مگر کہا جاتا ہے کہ دونون کی نسل باقی رہی - بعد ازان آپ نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ سے عقد کیا - یہ پہلے حضرت جعفر طیار کی بیوی تھین - اور اُن سے اولاد بھی موجود تھی - اسکے بعد وہ

حضرت ابوبکر صدیق کے عقد مین آئین - اُن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے - پھر انھون نے حضرت علی سے نکاح کیا - جن سے دو فرزند محمد اصغر اور یحییٰ پیدا ہوئے - محمد بن ابی بکر نے حضرت علی کے آغوش مین پرورش پائی اور وہ حضرت جعفر طیار کے بیٹے اور حضرت علی کے فرزند محمد اصغر و یحییٰ اخیافی بھائی ہین - آخرالذکر فرزندان علی کی نسل نہین رہی - محمد اصغر کی نسبت بعض اہل سیر کہتے ہین کہ ایک حرم کے بطن سے پیدا ہوئے اور معرکۂ کربلا مین مارے گئے - اور بعض کا بیان ہے کہ عون نام آپ کے ایک اور فرزند اسمار بنت عمیس کے بطن سے تھے -

ایک بیوی حضرت علی کی امامہ بنت ابی العاص تھین اُنکے بطن سے محمد اوسط پیدا ہوئے - ایک بیوی حیاۃ بنت امرأالقیس کلبیہ تھین - ایک بیوی اُم سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ تھین - انکے بطن سے تین صاحبزادیان ام الحق - رملۂ کبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئین -

آپ کے نامور فرزند محمد بن حنفیہ آپ کی حرم خولہ بنت جعفر کے بطن سے پیدا ہوئے تھے - کہا جاتا ہے کہ وہ ایک سیہ فام سندھی الاصل کنیز تھین - اور چونکہ بنی حنیفہ کی لونڈی تھیں اس لیے حنفیہ مشہور ہوگئین - آپ کی ایک حرم صہباء بنت ربیعہ تغلبیہ تھین - جن کو خالد بن ولید گرفتار کر لائے تھے - خوش نصیبی سے حضرت علی کے گھر مین آئیں - اور اُنکے بطن سے آپ کے فرزند عمر اور صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئین - یہ صاحبزادے ۸۵ برس کے ہوکر مقام ینبوع مین مرے - اور حضرت علی کا پورا آدھا ترکہ اُن کے ہاتھ لگا -

آپ کی بہت سی صاحبزادیون کے نام بتائے گئے ہین جو مختلف حرمون کے بطن سے تھین - اُن کے اسماے گرامی یہ ہین - ام ہانی - میمونہ - زینب صغریٰ - رملہ صغریٰ - اُم کلثوم صغریٰ - فاطمہ - امامہ - خدیجہ - ام الکرام - ام سلمہ - ام جعفر - جمانہ - اور نفیسہ

خلاصہ یہ کہ آپ نے سات بیویون سے عقد کیا - اور متعدد حرمین تھین جن مین سے فقط دو کا نام معلوم ہے - اور اُن سب کے بطن سے خدا نے آپ کو پندرہ بیٹے اور [illegible]

آپ ایک چاندی کی انگوٹھی پہنے رہتے تھے جس پر نقش تھا "نعم القادر اللہ" یعنی "اچھا قدرت رکھنے والا خدا ہے"۔

خاتمہ پر مجھے بیان کر دینا چاہیے کہ حضرت علی کے عہد اور صحابہ کی باہمی خونریزیوں کو بیان کرنا ایک سچے مسلمان کے لیے نہایت ہی پرخطر راستہ ہے بہت مشکل ہے کہ انسان اس رستے پر چلے اور اُسکے قدم کو لغزش نہ ہو۔ چنانچہ فی الحال بعض انگریزی دان بے لگاموں نے اس کوچے مین قدم رکھا تو بعض حضرت معاویہ کو برا کہنے لگے اور بعض کے دلون مین حضرت علی کی طرف سے بدظنی پیدا ہو گئی۔ اسی دشواری کے خیال سے اکابر سلف کا معمول ہے کہ ان واقعات کی تفصیل بیان کرنے سے گریز کرتے ہین۔ مگر یہ بھی امکان سے باہر ہے اس لیے کہ جو واقعات سلف کی تاریخون اور حدیث کی کتابون مین درج ہین وہ نہ کسی کے چھپائے چھپ سکتے ہین اور نہ دبائے دب سکتے ہین۔

اس میدان مین خوارج اور شیعہ نہایت آرام سے ہین۔ اسلیے کہ انھون نے یکسوئی اختیار کر لی۔ اور جن بزرگون کو چاہا برا کہنے لگے اور جن کی جی چاہا تعریفین کرنے لگے۔ شیعہ اکیلے حضرت علی اور اُن کے فریق کے طرفدار بن کے حضرات خلفائے ثلثہ معاویہ۔ عمرو بن عاص اور حضرت علی کے تمام مخالفون کو علی الاعلان برا کہنے لگے۔ خوارج نے صرف ابوبکر و عمر کو اختیار کر لیا اور علی و عثمان یا معاویہ سب کو برا کہنے لگے۔ شیعیان عثمان کا گروہ بنی امیہ کے زوال کے ساتھ فنا ہو گیا ورنہ وہ بھی آج موجود ہوتے اور جن صحابہ و اکابر خیر القرون کو اپنے اصول کے خلاف پاتے برا کہتے۔ قاعدین یعنی حضرت ابوموسی اشعری و عبداللہ ابن عمر و ابوہریرہ کے مسلک پر بھی کوئی نہین رہا۔ وہ ہوتے تو اُنکے لیے بھی زیادہ مشکل نہ ہوتی۔ اس لیے کہ لڑنے اور خون ریزی کرنے والون کو عام اس سے کہ کوئی ہون وہ برا سمجھتے مشکل ہے تو ہم اہل سنت کے لیے۔ جن کا مسلک یہ ہے کہ ہمارے لیے اُن کی لڑائی ویسی ہی ہے جیسے کہ ماں باپ کی باہمی رنجش بچون کے لیے ہوا کرتی ہے۔ یا استادون کا باہمی اختلاف شاگردون کے لیے ہو یا ماں باپ اور متخالف اُستاد ایک دوسرے کو برا کہتے اور گالیان دیتے ہین مگر وہ

دونون کو اچھا جانتے ہین - اور چاہتے ہین کہ دونون مین سے کسی کا ساتھ نہ چھوڑین - عدالت اُن مین سے چاہے جس کی تائید کرے مگر وہ دونون کے موافق ہی رہتے ہین - اسی طرح اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ رسول اللہ صلعم کی صحبت اور اُن بزرگون کے ذاتی فضائل و کارنامون کو دیکھ کر ہم کسی کو بھی بُرا نہین کہ سکتے - نہ یہ کہہ سکتے ہین کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر - خدا کے اختیار مین ہے کہ اُن کی نزاعون کا جو فیصلہ چاہے کر دے - مگر ہم اُن کی شان مین گستاخی کرنا اپنی شان اور اپنے درجے سے زیادہ اور اپنے صحیح معلومات سے باہر تصور کرتے ہین -

اس پر بھی کوئی صاحب کسی طرف جھکنا اور کسی کے خلاف فیصلہ کرنا چاہین تو اُنھین یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری معلومات کا دائرہ نہایت مشتبہ و مشکوک ہے اس قسم کی روایتین جن پر کسی شرعی مسئلے کی بنیاد پڑے ان معاملات مین موجود نہین ہین قدیم سے عادت پڑی ہوئی ہے کہ بزرگون کے فضائل و مناقب مین کسی شرعی مسئلے سے غیر متعلق ہونے کے باعث صحت روایت کی پوری کوشش نہین کی جاتی اور ضعیف روایتین بے تکلف بیان کر دی جاتی ہین - اسی طرح ان واقعات کی نقل کرنے مین بھی بے احتیاطی کی گئی - اور کوئی روایتون کا پرکھنے والا گروہ نہین پیدا ہوا -

محدثین سلف تابعین و تبع تابعین کے عہد کے شیعیان علی کی روایتون کو مان لیا کرتے تھے - اور صحابہ مین تو عام اس سے کہ شیعیان علی ہون یا شیعیان عثمان یا قاعدین سب کی روایتین مقبول سمجھی گئین - حالانکہ ظاہر ہے کہ نماز روزے کے مسائل شرع مین چاہے ان کی روایتین مان لینے کے قابل ہون مگر اس جھگڑے مین چونکہ وہ نتیجے مین پہلے ایک مسلک اختیار کر چکے تھے - لہذا یقینی طور پر اس بارۂ خاص مین ان کی کوئی روایت قابل وثوق نہین ہو سکتی اسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری تاریخ ایسی متضاد و متخالف روایتون سے بھری پڑی ہین کہ اُن سب پر نظر ڈال کے کسی صحیح نتیجے تک پہونچنا غیر ممکن ہے -

باہمی نزاعون کے متعلق مین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کسی مستند فیصلہ

کے بجائے قیاسی طور پر بعض روایتوں کو چھوڑ کے اور بعض کو لیکر مرتب کر دیا گیا۔ لیکن خود مجھے اس پر وثوق نہین کہ ان مین سے کتنی باتین صحیح ہین اور کتنی غلط۔ لہذا مین مشورہ دیتا ہون کہ اگر کوئی صاحب اس بارے مین بحث کرکے صحیح نتیجے تک پہونچنا چاہتے ہون تو وہ رجال کی کتابون کا دینی ذخیرۂ کتب جمع کرکے پہلے اس کی چھان بین کرین کہ روایتون مین سے کتنی شیعیان علی کی ہین اور کتنی شیعیان عثمان کی۔ کتنی قاعدین کی اور کتنی خوارج سے ہمارے یہان نقل ہوآئی ہین۔ پھر ان سب کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ کے اصول جرح و تعدیل اور قیاس شرعی سے کام لے کر فیصلہ کرین۔

بغیر اس کے عام سنی سنائی باتون کو دیکھ کر کسی کا جانبدار بن جانا اور کسی کو برا کہنے لگنا سخت نادانی ہے۔ اور مین خدا سے دعا کرتا ہون کہ ہم کو اور سب سچے مسلمانون کو اس حماقت و جہالت سے محفوظ رکھے۔

تصانیف مولنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر

تاریخ، سوانحعمری، اور لکچر وغیرہ

(۱) جنید بغدادی۔ حضرت جنید کے حالات
(۲) ابوبکر شبلی۔ حضرت شبلی کے حالات
(۳) تاریخ سندھ۔ عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ تاریخ
(۴) تاریخ خلافت۔ خلافت کے مختصر حالات ۴/
(۵) حسن بن صباح۔ فرقۂ باطنیہ کے ... ۶/
(۶) خواجہ معین الدین۔ خواجہ اجمیری کے حالات ۶/
(۷) ملکہ زنوبیہ۔ سلف کی ایک عربی شہزادی ملکہ ۳/
(۸) سکینہ بنت حسین۔ جناب سکینہ بنت امام حسین ۶/
(۹) شیرین ملکۂ عجم۔ فرہاد و خسرو کی معشوقہ ۳/
(۱۰) صد پارۂ دل۔ پیروان اسلام کے حالات
(۱۱) افسانۂ قیس۔ مجنون عامری کے حالات
(۱۲) قرۃ العین۔ ایران کی مشہور مجتہدہ کی ...
(۱۳) مخدرات۔ ... کے تاریخی حالات
(۱۴) ولادت فخر عالم۔ مولد شریف مصنفہ علامہ ابن جوزی کا ترجمہ ... نظم کا نظم میں ...
(۱۵) حضرت امام شافعی۔ ... کے مشہور حالات ۴/
(۱۶) مقدس ... مسلمانوں کا جزیرہ سسلی کو فتح کرنا ۱۲
(۱۷) سرسید کی دینی برکتیں ۲
(۱۸) قانون درایت اسلام ... کا ایک لکچر
(۱۹) ہندوستان کا تعلق اردو سے ۳/
(۲۰) ہندوستان کی موسیقی ۲/

تاریخی ناول

(۲۲) حسن انجلینا۔ روس و روم کی لڑائی ۱۰/
(۲۳) شوقین ملکہ۔ دوسری صلیبی لڑائی
(۲۴) طاہرہ۔ نہایت دلچسپ ناول
(۲۵) ... مولنا ... دلچسپ ... ناول
(۲۶) عزیزۂ مصر۔ عہد ... کا تاریخی ...
(۲۷) فتح اندلس۔ اسپین پر عربوں کا حملہ
(۲۸) رومۃ الکبری۔ روم پر ... لوگوں کا حملہ
(۲۹) مفتوح فاتح۔ ... تاریخی ناول

(۳۰) فلپانا۔ طرابلس الغرب پر اٹلی کا حملہ
(۳۱) فلورا فلورنڈا۔ اسپانیہ کے عہد خلافت امویہ میں عیسائیوں کی حالت اور ان کا جنون ... ۱۲/
(۳۲) فردوس بریں۔ جیتے جی جنت کی سیر
(۳۳) قیس و لبنیٰ۔ مشہور عاشق عرب اور اسکی معشوقہ لبنیٰ
(۳۴) لعبت چین۔ عہد صحابہ کا تاریخی ناول
(۳۵) ملک العزیز ورجنا۔ جرجی شیرازی ... صلاح الدین اعظم
(۳۶) مقدس نازنین۔ ایک حسینہ ... عیسائی ...
(۳۷) ماہ ملک۔ غوریوں کا عروج اور فتوحات ...
(۳۸) منصور موہنا۔ ... سندھ میں ...
(۳۹) یوسف و نجمہ۔ ... جنگ ...
(۴۰) ایام عرب۔ جاہلیت عرب کی مکمل تصویر ...
(۴۱) جویائے حق۔ حضرت رسول صلعم ...
حصہ اول ... دوم ... کامل ...
(۴۲) زوال بغداد۔ شیعہ سنیوں کی نااتفاقی کا عبرتناک نتیجہ بغداد کی تباہی

دیگر مطبوعات دلگداز پریس

(۴۳) مرزا غالب کی شاعری۔ مرزا محمد عسکری صاحب بی اے کا ایک محققانہ لکچر
(۴۴) اکاڈمی کی تاریخ۔ مرزا صاحب موصوف کا لکچر
(۴۵) رفع النقاب۔ مرد ... پردہ کی تردید
(۴۶) ... حسین
(۴۷) سلطنت ... بادشاہان ہند۔ دلی کے بادشاہوں کے دلچسپ حالات
(۴۸) جمیلہ۔ مصنفہ برکات احمد صاحب ۱۲/
(۴۹) بیوفا۔ ایضاً ۱۲/
(۵۰) مجذوب۔ جنگ کریمیا کے واقعات پر ایک دلچسپ ناول ۱۲/
(۵۱) پاداش عمل۔ رینالڈز کے مشہور ناول کا ترجمہ
حصہ اول ... دوم ... سوم ... چہارم ... پنجم ...
(۵۲) اتالیق بی بی۔ میاں کی حرکتوں پر بی بی کی ... ۱۲/